



www.safareadab.com

WEB SPECIAL NOVEL

ذو الکفہ

نور بانو



ڈو، کفل



از قلم نور بانو

All Rights Reserved

Copyright: Noor Bano (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

safareadab@gmail.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com



BEING THE STRING OF YOUR KITE

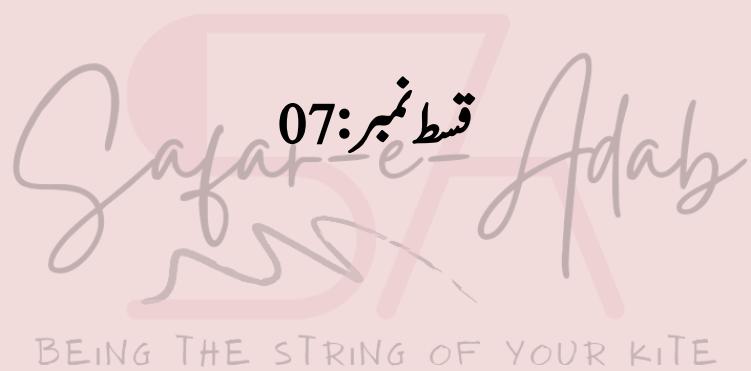
Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

ڈوالکفل کے تمام جملہ حقوق لکھاری "نور بانو" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سو شل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار مخصوص تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔





کھلے آسمان پر بکھرے رنگ برلنگی ستاروں تلے عرفات دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر چبوترے پر دنیا و مافیہا سے بیگانہ چت لیٹا تھا۔ اس کے سینے پر سر ٹکائے گھری سانسیں بھرتا نخسا سا پی پر سکون سا اس کی آغوش میں سکڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔ محض چند دنوں میں ہی اس کی شکل بدل گئی تھی۔ وہ اپنی ذات سے اتنا لاپرواہ تو کبھی نہیں رہا تھا۔ اس کا آرام، اس کا سکون، اس کی زندگی کا رخ مانو عرفات بیگ از سر نو پورا بدل گیا تھا۔ خالی تاریک سڑک سے کبھی شاذ و نادر ہی کوئی گاڑی یا موڑ سائکل گزر جاتی تھی۔ رات کے وقت اس علاقے میں کتوں کے سوا انسانوں کا گزر ناں ہونے کے برابر ہی تھا۔۔۔!!

زندگی طوفان، زندگی بلوان، زندگی سکون تو کبھی زندگی آفت۔۔۔ زندگی کس کس روپ میں انسان کو نظر آتی ہے۔ بلکہ محسوس ہوتی ہے بلکہ نہیں یہ تو نہ محسوس ہوتی ہے نہ دکھائی دیتی ہے۔ کچھ لوگ اس شے کا مزا نہیں چکھ پاتے۔۔۔!!!

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آسمان پر بکھرے تاروں اور آدھے چاند کے عقب سے نکل کر ایک پیکر نمودار ہوا۔ دھلا دھلا سا، بلکل شفاف، خوبصورت، حسین، لاجواب، چشم بدور۔۔۔!!

عرفات کے چہرے پر معنی خیز سی مسکراہٹ ابھری۔۔۔ آسمان پر رقص بسل کرتا پیکر بھی مسکرا یا تھا۔

ایک اور شب میری جان کے نام۔۔۔

یعنی تمہاری چاہ کے نام۔۔۔

چاہ مطلب تمہاری طلب۔۔۔۔۔

طلب کیا ہے؟

تمہارا دیدار

تمہارے دیدار سے دل کو جو راحت ملتی ہے۔

اس راحت کے نام

یعنی

جانان کے نام۔۔۔۔۔ جاناں کے نام

جانان۔۔۔۔۔ جاناں۔۔۔ عرفات۔۔۔ جاناں۔۔۔

جانان۔۔۔۔۔ یعنی زندگی۔۔۔۔۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

زندگی یعنی تم۔

اس نے انگلی اٹھا کر افق کی جانب اشارہ کیا۔ زمین سے آسمان تک طسم بکھر گیا۔ اور وہ ساکن پلکوں کے ساتھ اُسے دیکھتا رہا۔ وہ صدیوں تک بنا پلکیں جھپکائے اُسے دیکھ سکتا تھا۔

محبت کیا اسی دیواںگی کو کہتے ہیں۔ جب وہ نہیں بھی ہوتا۔ تب بھی بس، وہ ہی وہ ہوتا ہے۔ دل کا قرار بن کر، آنکھوں کی ٹھنڈک بن کر، دھڑکنوں کا ساز بن، بے چینی، سکون، خوشی بن کر۔۔۔۔۔

پھر اچانک تاریک سیاہ سڑک یکدم زرد روشنی سے بھر گئی۔ اتنی تیز روشنی کے عرفات کی آنکھیں پل بھر کے لئے چندھیا گئیں۔ اس نے جھنجھلا کر آنکھوں پر بازو رکھا۔ وہ بدمزہ ہوا۔ سارہ فسو بر باد ہو گیا۔ مو سیقی بند ہوئی اور کانوں میں ٹاڑز کی چرچراہٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر گاڑی کا انجن بند ہونے اور قدموں کی چاپ بھی سماعتوں سے ٹکرائی۔

قدموں کا رخ اس کی جانب تھا۔ اس نے چہرے سے ہاتھ نہیں ہٹایا۔۔۔ ناک کے نہنوں میں گھستی تیز پرفیوم کی خوشبو سے وہ اندازہ کر گیا تھا کہ کون تشریف لا یا ہے۔ اس نے تکان زدہ سانس حلق میں اتاری مگر آنکھیں نہیں کھولیں۔ سارہ نے کرب سے آنکھیں میچی تھیں۔ دل کے مقام پر دنیا بھر کا بوجھ محسوس ہونے لگا۔ لب تکلیف سے بھینچ گئے تھے۔ الفاظ تھے کہ حلق میں ہی پھنس گئے۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں پر رکھا بازو ہٹا دیا۔ لرزتی پلکیں، گرد میں اٹا چہرہ، بڑھی ہوئی شیو، میلے کپڑے سارہ کی ٹانگیں کانپ گئیں۔ اپنے بیٹے کو اس حال میں دیکھ کر ان کا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

عرفات نے آخر کار پلکیں اٹھا کر اپنے وجود پر جھکے چہرے سے پہلے آسمان کو دیکھا۔ رنگ برلنگی تارے غائب ہو گئے۔ بادلوں میں جھوتے چاند کی روشنی بُجھ گئی۔ رقص بسل کرتا پیکر آسمان میں گم ہو گیا۔ اس نے دوسری نظر سارہ کی جانب اٹھائی۔ اُن کی آنکھوں کے کٹورے نمکین پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ مضطرب ہوا۔

"آپ کیوں آئی ہیں یہاں می؟"

وہ کچھ بے آرام سا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ جیسے بری طرح سے ستایا گیا ہو۔ پھر کچھ یاد آنے پر اس نے گردن موڑ کر پپی کی جانب دیکھا۔۔۔ نیم اندھیرے میں چمکتی نیلی آنکھیں ٹکر ٹکر دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ سارہ نے غیر دانستہ طور پر اس جگہ کو دیکھا۔ ان کی آنکھیں تحریر سے پھیل گئیں۔ یہ چبوترہ ان کے شایانِ شان ہرگز نہیں تھا لیکن بنا ماتھے پر بل لائے۔ وہ ساڑھی کا پلو سمیٹتیں اس کے برابر میں بیٹھ گئیں۔ عرفات گھٹنوں پر دونوں ہاتھ جمائے۔ اپنے دائیں جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کے گھٹنے آہستگی سے کپکپا رہے تھے۔ سارہ نے چاند کی روشنی میں بیٹھ کر سر سے پاؤں تک دیکھا اور نرمی سے اس کے گھٹنے پر رکھ کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ کر ہلاک سا دبایا۔۔۔ کپکپا تا گھٹنا کچھ شانت ہوا۔

"یہاں اس طرح دنیا سے بیگانہ ہو کر منہ چھپانے سے وہ مل جائے گی؟"

سارہ بیگ کی آواز دھیمی اور مستحکم تھی۔

"میں یہاں جانان کی وجہ سے نہیں ہوں ممی۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہونٹوں پر گلہ سجائے اس نے گردن ترچھی کر کے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آج اگر میں یہاں ہوں تو اس کی وجہ آپ دونوں ہیں۔۔۔ آپ اور ڈیڈ"

اس کی آنکھوں میں بڑا ذخیرہ سا تاثر تھا۔

"ہاں تم بکل ٹھیک کہہ رہے ہو، ہم نے تم سے محبت کی، تمہاری ہر خواہش کو پورا کیا۔ تمہیں پال پوس کر بڑا کیا۔۔۔ غلطی کر دی۔"

وہ ترخ کر بولیں۔

"ماں باپ اولاد کے لئے زمین آسمان کیوں نہ ایک کر دیں مگر پھر بھی انہیں ہی کیوں قصور واروں کی فہرست میں لا کر کھڑا کیا جاتا ہے۔۔۔ کاش میں بھی تمہیں اپنی تکلیف بیان کر سکتی مگر کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

سارہ نے اس کے ہاتھ پر رکھا ہاتھ ہٹاتے ہوئے شکوہ

کیا۔ عرفات کچھ دیر تک کچھ کہہ نہیں سکا مگر جب کہا تو سارہ کی زبان کو قفل لگ گئے۔

"بڑے درختوں کے سائے میں موجود پودے کبھی ان کی طرح مضبوط تناؤر درخت نہیں بن پاتے۔۔۔ کیونکہ سورج کی روشنی ان تک پہنچنے سے پہلے ہی ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔"

سارہ نے غیر آرام دہ ہو کر پہلو بدلتا۔ وہ چند لمحے گومگو اندر ہیرے میں الفاظ طویلی گئیں پھر بہت آہستگی سے استفسار کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم ہماری محبت، ہمارے خیال کو بلیم کر رہے ہو عرفات؟"

"محبت۔۔۔"

وہ شکست خور دگی سے ہنس دیا۔ آنکھوں میں کانٹے بھر گئے۔

"آپ جسے محبت اور خیال کہتی ہیں ممی وہ در حقیقت وہ رکاوٹ تھی۔ جس وجہ سے عرفات، شاہنواز اور سارہ کا بیٹا بن کر ہی رہ گیا۔ کبھی وہ نہ بن سکا جو وہ تھا۔"

اس کا لہجہ ٹوٹ گیا۔ آواز بھیکنے لگی۔

"آپ---می---آپ نے میری شخصیت کا قتل کیا ہے۔ آپ نے کبھی مجھے وہ نہیں بننے دیا۔ جو میں بننا چاہتا تھا۔ مجھے میوزک میں دلچسپی تھی۔ لیکن آپ نے مجھے روک دیا۔ میں کرکٹر بننا چاہا تو آپ دونوں نے مجھے وہ بھی بننے نہیں دیا۔ آپ دونوں نے ہمیشہ میرے شوق کا گلا گھونٹا ہے۔ بس اپنی جھوٹی شان اور عظمت کو بڑھاوا دینے کے لئے آپ مجھے اپنے مطلب کے پیکر میں ڈھالنے کی کوشش کرتی رہیں۔ زبردستی سے، درشتی سے اپنے مقام کا فائدہ اٹھا کر--یہ مت کرو، وہ مت کرو، یہاں نہیں جاؤ، وہاں مت بیٹھو۔۔۔ میں نے بچپن سے اب تک آپ کے منہ سے اپنی ہر خواہش پر صرف (No) کہتے سنا ہے۔"

وہ کسی آتش فشاں کی طرح بچھا تھا۔ گردن کی نسین غصے سے اُبھر رہی تھیں۔

"یہ اولاد کتنی خود غرض ہوتی ہے۔ میں نے تمہارے لئے--- محض تمہارے لئے بہت سی قربانیاں دی ہیں عرفات"

ان کے لب تکلیف سے بھنج گئے۔ ان کی دھڑکنوں میں طلاطم سا اُتراء، بیک وقت بہت کچھ یاد آیا۔ عرفات نے جھنجھلا کر پہلو بدل لیا۔ آنکھوں میں دیکھتا تو شاید یقین بھی آجاتا۔۔۔ کیونکہ وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں۔ قربانیاں تو دی تھیں۔۔۔ لیکن کس کی۔۔۔؟؟ اپنی یا کسی اور کی۔۔۔؟

"محض ایک لڑکی کی خاطر تم نے میری تمام ریاضتوں کو کوڑیوں کے بھاؤ تول دیا؟"

"کاش آپ سمجھ سکتیں میں یہ شکوہ آپ سے کیوں کر رہا ہوں۔۔۔"

اس نے کرب میں لپٹی ایک ایسی آہ بھری کے نگاہیں دھندا گئیں۔

"افسوس، صد افسوس"

اس کی گردن کو نفی میں ہلتا دیکھ سارہ کے نقوش تن گئے۔

"تم بتاؤ میں کیا کروں؟

بھرے پنڈال میں پاؤں پکڑ لوں جانان کے کہ وہ تم سے شادی کر لے؟ بتاؤ تم جیسا کہو گے میں اپنی انا کو بالائے طاق رکھ کر ویسا ہی کر لوں گی۔ تم کہو گے تو بیگ خاندان کی عظمت کو خاک میں ملا دوں گی۔ تمہارے لئے کچھ بھی عرفات۔۔۔ کچھ بھی"

وہ عاجز آکر بولیں۔۔۔ دماغ کی شریانیں پھول کر نمایا ہو رہی تھیں۔ یوں لگا کہ ابھی پھٹ جائیں گی۔

"تم بیگ خاندان کے ایک لوٹے چشم و چراغ ہو۔ شاہنواز کی ایک لوٹی اولاد ہو۔ کیا کمی ہے تم میں۔۔۔ کروڑوں کے وارث ہو تم عرفات، اپنی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ جانان ایک کم عقل، جذباتی لڑکی ہے جس نے سونے کی تلاش میں کوہ نور کو ٹھکرایا۔ آج نہیں تو کل اُسے اپنے فیصلے پر شدید پچھتاوا ہو گا۔ تب تمہیں میری بات یاد آئے گی۔ تب تم مجھے ملامت کرنے پر پچھتاوے گے۔۔۔"

وہ اپنے دل کے چھالے پھاڑتیں کیا کچھ بولتی رہیں۔ مگر برف کے پتیلے میں کوئی زنبش پیدا نہیں ہوئی۔ وہ ہنوز خلا میں نادیدہ نقطے کو گھورتا رہا۔ وہ زرچ ہوئیں۔۔۔ وہ اس کی خاموشی سے بے انتہا زرچ ہو گئی تھیں۔ انہوں نے ضبط کی انتہا کو چھوتے گرم سانسوں کے بگولے اپنے اندر انڈیل لئے۔ چند لمحے سر کے اور وہ شکستگی سے اپنی جگہ سے اٹھنے لگیں۔

"جانان عام لڑکیوں جیسی نہیں تھی۔ شاید اس لئے مجھے دل و جان سے زیادہ پسند تھی۔"

ٹوٹا بکھرالہجہ، دبی دبی سسکیاں۔۔۔

"پسند ہے"

عرفات نے بنا آواز کے تصحیح کی۔

"دولت اس کی آنکھیں نہیں چندھیا سکتیں، ہم جیسوں کو تو وہ اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتی ہے۔"

وہ خوابناک سی کیفیت میں مدھم سا مسکرا یا۔ جیسے اپنے ہوش و حواس میں نا ہو۔

"کیا طسم پڑھ کر پھونک دیا ہے اس لڑکی نے تم پر"

سارہ کی آنکھیں متفلر سی پھیل گئیں۔ عرفات نے ان کی بات نہیں سنی تھی۔ وہ تو کسی اور ہی دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔

"وہ مجھے جیسے معزور انسان کو کڑووں کے عوض بھی نہ اپناتی می۔۔۔"

اس نے بھنجی بھنجی آواز میں کہتے ہوئے نیم اندھیرے میں سارہ بیگ کی جانب دیکھا۔

"مجھے اپنانے کی شرط میں آپ اس کے قدموں میں پوری دنیا بھی ڈال دیتیں۔ تب بھی شاید وہ مجھے نہیں اپناتی۔۔۔ اور شاید وہ ٹھیک ہی کرتی۔۔۔ کوئی بھی مکمل انسان کسی ادھورے شخص کو کیوں اپنائے گا؟"

وہ بے اختیار ہوا۔ خود سے سوال پوچھنے لگا۔ اس پر دیوانگی سی طاری ہوتی۔

"اللہ نے تو مجھے مکمل پیدا کیا تھا۔ ممی مگر آپ لوگوں نے اپنی جھوٹی شان کا ہتھوڑا مار کر مجھے معزور بنا دیا اور ایسے معزور اور ادھورے شخص کو جانان تو کیا۔ میرا خود کا وجود بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔"

اس کے لمحے میں ٹوٹ پڑتی سنجیدگی کا عصر نمایاں تھا۔ اس نے آنکھ بند کر کے ان تمام لمحوں کو یاد کیا۔ جہاں کبھی سارہ اور شاہنواز نے مل کر اس کے عزت نفس کی دھیان بکھیر کر رکھ دی تھیں۔ سارہ نے دفع میں لب کھولے مگر خاموش ہو گئیں۔

"اس بچے کا حال آپ کیا سمجھیں گی سارہ بیگ جسے اپنے ہی گھر میں، اپنے ہی ماں باپ نے، ہر لمحہ، ہر دن صرف بے عزت کیا ہو۔ ٹوکا گیا ہو، اپنی بہن سے کمتر ہونے کا طعنہ دیا گیا ہو۔ اُسے ایک ایسی دوڑ میں بھاگنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ جس کا انت گھری کھائی کے سوا کچھ نہیں۔۔۔ اس بچے کا حال سمجھ پانا بہت مشکل ہے۔۔۔ بہت مشکل، آپ کو پتا ہے۔ بچپن میں آپ جب جب مجھے کسی دوسرے بچے سے کمپیئر کرتی تھیں تو مجھ پر کیا گزرتی تھی۔ جب ڈیڈ ریم کی ذہانت کا حوالہ دے دے کر مجھے نیچا دکھاتے تھے۔ ذلیل کرتے تھے تو مجھے کیسا محسوس ہوتا تھا۔"

وہ سوال نہیں کر رہا تھا۔۔۔ وہ دس سال کا چھوٹا بچہ سوال کر بھی کیسے سکتا تھا۔ یہ حق تو پیدا ہوتے ہی اُس سے چھین لیا گیا تھا۔ خاموش رہو، چپ رہو، مت بولو۔۔۔ یہ الفاظ آج بھی ذہن کی تاریک، سیلین شدہ دیوار پر درج تھے۔

"زمیں نکل جاتی تھی میرے پیروں تلے ممی زمیں۔۔۔"

عرفات کو لگا کسی نے خیبر کی نوک دل کے مقام پر رکھ کر زور سے دباؤ ڈال کر اس کے وجود میں اُتار دی ہو۔ ریم کے ذکر پر سارہ کے سینے میں بہت اندر کسی تاریک اور خاموش تھانے میں کچھ بہت زور سے ٹوٹنے کا شور گونجا تھا۔

() بہت بھاری قیمت ادا کی تھی اس نے۔۔۔ بہت بھاری (

"بس یا کچھ اور؟"

سارہ نے اپنے بکھرے حواسوں کو یکجا کر کے بڑے ضبط سے پوچھا۔ عرفات جیسے ٹوٹ گیا۔ اس کے اندر کی تمام تو انائی جیسے ختم ہو گئی تھی۔ کوئی اتنا خود غرض، اتنا دھیٹ کیسے ہو سکتا تھا۔ اس نے ہار مان لی۔۔۔ اس نے اپنے لفظ ضائع کئے تھے۔ وہ بنا کچھ کہے اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ سارہ کو نظر انداز کرتا۔ اُن کے بغل سے نکل کر کھردri، ٹوٹی سڑک پر مخالف سمت چلنے لگا۔ سارہ کے شانے ڈھلکے، جیسے وہ بھی تحک چکی تھیں۔

"تم جس کی یاد میں رو رہے ہو۔ وہ نہیں آئے گی۔ پرسوں اس کی منگنی ہے۔ جس کے لئے تم اپنا حال، ماضی اور مستقبل داؤ پر لگا چکے ہو۔ وہ لڑکی کسی اور کے نام کی انگوٹھی پہننے والی ہے۔"

عرفات جیسے زنجیر پا ہوا تھا۔ زمین لرزی تھی مگر وہ اپنے پورے قد کے ساتھ اپنی جگہ پہ کھڑا تھا۔ دونوں کی ایک دوسرے کی جانب پشت تھی۔ سارہ نے ہلکی سی گردان موڑ کر اُس کے ساکت ہوتے وجود کو دیکھا۔۔۔ پھر کچھ فاصلے پر کھڑی اپنی گاڑی کی جانب نظر کی۔۔۔ ان کی نظروں کا ارتکاز سمجھتے ہوئے ڈرائیور گاڑی کی ڈگی سے ایک بیگ نکال کر لے آیا۔

"اس میں تمہارا کچھ سامان اور کچھ پسیے ہیں عرفات۔۔۔ اب اپنی مرضی کر رہے ہو تو ذرا سی بات میری بھی مان لو۔"

وہ بنا پلٹے گاڑی کی جانب چل پڑیں اور اس اندھیری ظالم رات میں چاند کی چٹخا دینے والی روشنی تلے وہ ٹوٹا ہوا انسان آج پھر تہارہ گیا تھا۔

شہزادی گورکھی تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے وضو کی غرض سے صحن میں آئے تو لینا کو منڈیر سے نیچے جھانکتا ہوا دیکھ کر چونکے۔۔۔

"لینا بیٹی آدمی رات کو وہاں کیا کر رہی ہے؟"

وہ صحن کے وسط میں کھڑے تھے۔

"بابا وہ لڑکا ہے نہ جو ہمارا ہوٹل کے سامنے پڑا رہتا ہے۔ اس سے ملنے ایک بڑی سی گاڑی میں ایک عورت آیا ہے دیکھو۔۔۔"

وہ دھرمی سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔۔۔ نظر اب بھی نیچے جمی تھی۔

"کون عورت---؟"

شہزادی کے دل میں بھی تجسس جاگا۔۔۔ وہ لمبے ڈگ بھرتے منڈیر تک آئے اور نیچے جھانک کر دیکھا۔ نیم اندھیرے میں دو ہیوںے نظر آرہے تھے۔

"کسی امیر گھر کا لڑکا ہے بابا گاڑی دیکھو کتنی بڑی ہے۔۔۔"

اندھیرے میں اس کی براوون رنگ آنکھیں چمکی تھیں۔

"تیرے کو گاڑی کی پڑی ہے۔۔۔ مجھے تو اس لڑکے کی فکر ہو رہی ہے۔۔۔ مجھے لگتا ہے یہ عورت اس کی ماں ہے۔"

وہ متفرگ انداز میں بولے۔۔۔

"ارے بابا جو بھی ہو ہم کو کیا۔۔۔ چھوڑو آپ جاؤ۔۔۔ جا کر تہجد پڑھو۔"

اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے تو شہزادی نے بھی اپنا رخ صحن میں بنے غسل خانے کی جانب موڑ لیا۔ وہ جب وضو کر کے نکلے تب تک لینا صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو چکی تھی۔ انہوں نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہی جائے نماز بچھا کر تہجد کی نماز ادا کرنے لگے۔۔۔ آیت مکمل کر کے لینا نے قرآن بند کر دیا اور ایک بار پھر منڈیر سے نیچے جھانک کر دیکھا۔۔۔ سڑک بلکل سنسان پڑی تھی۔ وہاں اب کوئی موجود نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں سوچوں کے سائے لہرائے۔

☆...☆...☆

جنید کے فلیٹ کی تمام لائٹس بند تھیں۔ بس ڈائیکنگ ٹیبل کے اوپر جھولتا کر سٹل کا فانوس روشن تھا۔ دائیں جانب واقع کچن کے نل سے بہت آہستگی سے پانی کی بوندیں ٹپک کر سنک میں گر رہی تھیں۔ پورے فلیٹ میں محض ٹپ ٹپ کی آواز تھی۔ جو ایک لمبے وقٹے کے بعد سنائی دیتی تھی۔ اس نے دونوں بانہیں سامنے ٹیبل پر پھیلا دیں۔ سفید روشنی تلے وہ سامنے دیوار گیر شیشے میں خود کو عجیب سے انداز میں گھور رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں سویاں چھپنے لگیں۔ پلکوں پر ڈھیروں بوجھ محسوس ہونے لگا۔ اس نے دھیرے سے آنکھیں موند لیں۔

یونیورسٹی کا جم اس وقت تک خالی ہو چکا تھا۔ جب جنید جم کا بھاری دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ صرف سلمان ٹریڈ مل پر بھاگتا نظر آ رہا تھا۔ سامنے کی پوری دیوار شیشے کی تھی۔ دونوں کی نظر براہ راست ٹکرائیں۔ جنید نے بادل ناخواستہ سر کو خم دے کر اُسے سلام کیا۔ جس کے جواب میں سلمان ٹریڈ مل بند کرتا۔ اس کی سمت آگیا۔ ریم کی طرح سلمان سے بھی کلاس میں اس کی اکثر بات چیت ہو جایا کرتی تھی۔ اور جم میں بھی اکثر ان کا سامنا ہوتا رہتا تھا۔ تو لیے سے چہرا اور گردن خشک کرتے ہوئے۔ اس نے جنید کی جانب مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔ جسے اس نے بلا توقف کے تھام لیا۔

"کیا حال ہے یار کافی دنوں بعد جم کا رخ کیا؟"

سلمان کے انداز میں گرم جوشی تھی۔

"ہاں کچھ مصروفیات تھیں۔"

اس کا انداز کھچا کھچا سا تھا۔ جیسے وہ سلمان سے بات کرنے میں خاص دلچسپی نہیں رکھتا ہو۔

"تم بتاؤ سب خیریت ہے۔ کچھ پریشان لگ رہے ہو؟"

جنید کے سوال پر سلمان چونکا۔ کیا واقعی اس کے اندر کا حال چھرے پر ظاہر ہو رہا تھا۔

"ن۔۔۔ نہیں سب خیریت ہے۔"

اس نے گدی مسلتے ہوئے بیٹھ پر رکھا پروٹین شیک اٹھایا پھر کچھ سوچتے ہوئے دوبارہ بیٹھ پر رکھ دیا۔ جنید نے اُسے ٹولتی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں ایک ضروری کال کرنی ہے۔"

جنید کے کندھے پر تھکلی دیتے ہوئے سلمان جم سے باہر نکل گیا۔ جنید نے پلٹ کر دروازے کی سمت دیکھا پھر بیٹھ پر کھے پروٹین شیک کو بغور دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے قدم بھرتا جنید دائیں جانب واقع چینجنگ روم کی جانب بڑھا تھا۔ اس کے دماغ میں سوچوں کا بازار گرم تھا۔ آنکھوں کی پتلیوں پر ریم اور جنید کی نزدیکیوں کی تصویر بار بار ابھر رہی تھی۔ اس نے ضبط سے دونوں ہاتھ سامنے دیوار گیر شیشے پر جما کر سر جھکا دیا۔۔۔ چینجنگ روم کی لائٹ بند تھی اور

دروازہ ہلاکا سا کھلا ہوا تھا۔ جہاں سے آتی روشنی میں اس کا سراپا نظر آرہا تھا۔

(میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں سلمان)

جب جب ریم کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجتے جنید اپنے کانوں پر سختی سے ہاتھ رکھ لیتا۔ اس دن کاریڈور میں ریم کو سلمان پر قربتیں نچاہو کرتا دیکھ کر جنید کا وجود طوفان کی شدت توں سے زخمی ہو گیا تھا۔ عجیب بے بسی تھی۔ وہ جس سے محبت کرتا تھا۔ وہ کسی اور کی محبت میں گرفتار تھی۔ اس نے نقاہت سے سر اٹھایا۔ شیشے میں اس کا چہرہ واضح ہوا۔ ماتھے پر شکن، لال آنکھیں، بھنپھے ہوئے جبڑے۔۔۔۔۔ اس کے وجود پر طلاطم برپا تھا۔ اس کے اندر تک سنائے اُتر چکے تھے۔ اس کے اندر جلتا لاوا اُبل رہا تھا۔ جب جم کا دروازہ اپنی مخصوص آواز کے ساتھ کھلا۔۔۔۔۔ نیم اندر ہیرے میں کھڑے جنید نے اُسے اندر داخل ہوتے دیکھا تھا۔ اس کے چہرے کے نقوش تن گئے۔۔۔۔۔ اور پھر۔۔۔۔۔ خاموشی نے آنکھیں موند لیں کیونکہ وہاں کچھ ہوا تھا۔۔۔۔۔ کچھ ایسا۔۔۔۔۔ جو صرف جنید گیلانی کو معلوم تھا۔

دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ جنید نے جھنجھلا کر اپنے ارد گرد دیکھا۔ وہ جیسے خیالوں سے جا گا تھا۔ کچن کے سنک میں گرتا پانی، اطراف میں پھیلی خاموشی اور اس خاموشی میں سنائی دیتا شور سب کچھ دوبارہ محسوس ہونے لگا تھا۔ دروازے پر پھر سے دستک ہوئی۔ جنید کو سینڈز لگے تھے۔ اپنے ہوش سنبھالنے میں اور وہ چہرے کو ہتھیلی سے مسلتا اپنی کرسی سے اٹھا تھا۔ تیسری دستک سے پہلے ہی اس نے دروازہ کھول دیا۔۔۔۔۔

وہ سیاہ فارمل سوٹ میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔ جنید نے اپنے قدم زمین پر جمائے رکھنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ پینڈل پر گرفت کچھ مضبوط ہوئی تھی۔ وہ جنید کو دیکھ کر وہ شخص گرم جوشی سے مسکرا یا۔ جنید کے چہرے کارنگ فق ہوا تھا۔ اُس شخص کی شکل کسی سے ملتی تھی۔ جنید نے جواباً مسکرانے کی پوری کوشش کی۔۔۔۔۔!!!

"کیسے ہو جنید اندر آنے کا نہیں پوچھو گے؟"

مقابل کے لجھ میں نرمی تھی۔

جنید نے تھوک نگلا، چہرے کے تاثرات کو ہموار رکھتے ہوئے سانس کھینچی۔ اچانک سب کچھ بہت مشکل لگ رہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے راستہ چھوڑ دیا۔

"تم نے بتایا نہیں کیسے ہو؟"

ہال میں کھڑا وہ شخص فلیٹ کا جائزہ لیتے ہوئے اُس کی جانب پلٹا۔

"میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ آسٹریلیا سے کب واپس آئے؟"

پیشانی پر موجود پسینے کے قطرے خشک کرتے ہوئے اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"بس کچھ دن ہوئے ہیں۔ میں کچھ مصروف تھا۔ ورنہ پہلے ہی ملنے آ جاتا۔"

وہ کونے میں رکھے صوف کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔ جنید نے سر اثبات میں ہلا�ا۔

"اچھا کیا تم آگئے۔ تمہارے امی ابو کیسے ہیں؟" وہ اس کے مقابل دوسرے صوف پر بیٹھ گیا۔

"اب ٹھیک ہیں۔ وقت کے ساتھ بھولنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" جنید کی مسکراہٹ ماند پڑی۔ دل کے مقام پر چھن کی صورت گلت سا ابھرا۔

"تم کچھ لوگے چائے یا کافی؟" اس نے فوراً گفتگو کا پہلو بدلا۔

"نہیں بس ایک گلاس ٹھنڈا پانی"

دونوں ہاتھ باہم مسلتے ہوئے کہا۔ جنید فوراً پکن میں آیا۔ کینٹ سے شیشے کا گلاس نکال کر سلیب پر رکھا۔ وہ سامنے بیٹھا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر اپناست بھری مسکان تھی۔ فرتج کا دروازہ کھول کر وہ بوتل نکالنے کے لئے جھکا۔

ٹھنڈی ہوا اس کے پسینے میں شرابور چہرے سے ٹکرائی۔ اس نے آنکھ مجھ کر حلق بھر کر سانس لی۔ جنید جیسے ہی سیدھا ہوا۔ وہ اس کے سر پر کھڑا تھا۔ وہ پل بھر کے لئے ٹھٹھکا۔۔۔ اپنی اکھڑتی سانس کو بحال کرتے مسکرا یا جواباً اس شخص نے بھی مسکرا کر شانے اچکائے تھے۔

جلدی سے پانی گلاس میں انڈیل کر اس کی جانب بڑھایا۔ مقابل نے فوراً گلاس پکڑ لیا تھا۔ لیکن لبوں سے نہیں لگایا۔ وہ دونوں ڈائننگ ٹیبل کے پاس آمنے سامنے کھڑے تھے۔ دیوار گیر شیشے میں دونوں کا عکس نظر آرہا تھا۔ ہال میں ایک عجیب سانسناٹا چھا گیا۔

مقابل نے کچھ سوچتے ہوئے۔ گلاس لبوں سے لگا کر چند گھونٹ حلق میں اتارے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جنید نے یہ منظر بہت باریکی سے دیکھا تھا۔ یہ دیکھ کر اُسے کچھ یاد آیا تھا۔ بیچ پر رکھا وہ پروٹین شیک، سلمان کا سرخ پڑتا چہرہ، اس کی اکھڑتی ہوئی سانسیں۔۔۔ پھر وہ سرد بلکل برف جیسا جسم۔۔۔!!

"جنید؟"

مقابل نے اسے مخاطب کیا۔ اس بار جنید نہیں گھبرایا۔

"بولو ارمان"

وہ پورے اعتماد سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ آہستگی سے پلکیں جھپٹتا۔ وہ نرمی سے مسکرایا۔

"تم میرے لئے بلکل سلمان جیسے ہو۔ میرے بھائی نے تمہارے ہاتھوں میں دم توڑا تھا۔ میں بحیثیت ایک بھائی بہت بد نصیب ہوں۔ کیونکہ جب اُسے میری سب سے زیادہ ضرورت تھی۔
تب میں اس کے پاس نہیں تھا۔"

وہ دل برداشتہ سا بولا۔

"اللہ نے چیزوں کو اسی طرح مقرر کیا تھا۔"

اس نے ارمان کا کندھا تھپٹھپایا۔ وہ اب پہلے کے برعکس کافی بے فکر نظر آرہا تھا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

ارمان مرتضی۔۔۔ سلمان مرتضی کا دوسرا عکس۔۔۔ اس کا جڑواں بھائی تھا۔ جو حال ہی میں آسٹریلیا سے لوٹا تھا۔ جنید سے اس کی آخری ملاقات سلمان کے جنازے میں ہوئی تھی۔ گھر سے لیکر قبرستان تک وہ دونوں ساتھ ہاتھ تھے۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ بعض چیزیں انسان کے ہاتھ میں نہیں ہوتیں۔ کاش میں اس کے آخری ایام میں ساتھ ہوتا۔"

وہ بُردباری سے گویا ہوا۔ اُسے اپنے فیصلوں پر ملاں تھا۔ جواباً جنید محض شانے اُچکا کر رہ گیا۔
اس کے پاس تسلی دینے کے لئے کچھ نہیں تھا۔

اُس دن جتنی حیران ریم بیگ، ارمان کو دیکھ کر ہوئی تھی۔ اس سے کئی زیادہ حواس باختہ جنید ہوا تھا۔ جب اس نے ارمان مرتضی کو پہلی دفع سلمان کے جنازے پر دیکھا تھا۔ پہلے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ اُسے لگا شاید وہ کھلی آنکھوں سے کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔

اس روز قبرستان سے واپسی پر ارمان نے اُسے روک لیا۔ اس شب دونوں کی کافی لمبی بات چیت ہوئی تھی۔ وہ جنید سے سلمان کے بارے میں بہت کچھ پوچھتا رہا تھا۔ اپنے اور سلمان کے بارے میں بہت کچھ بتاتا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنی لاء کی ڈگری مکمل کرنے والپس چلا گیا۔ اپنا ماسٹر ز مکمل کرنے کے بعد وہ کچھ عرصہ وہاں کسی کمپنی میں لیگل ایڈ واائز کے طور پر جاب کرتا رہا۔ اس پورے عرصے میں ارمان مرتضی باقاںدگی سے جنید کو کال کرتا تھا۔ کیونکہ جنید وہ واحد شخص تھا جو سلمان کے جنازے میں شریک ہوا تھا اور جنید گیلانی ہی وہ واحد انسان تھا۔ جس نے سلمان کو دم توڑتے دیکھا تھا۔

"میں معزرت چاہتا ہوں میں بناتا ہی تمہارے گھر آگیا۔ مجھے کم از کم ایک میچ کر کے اطلاع کر دینی چاہئے تھی۔"

وہ معزرت خواہ انداز میں بولا۔۔۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم جب چاہو یہاں آسکتے ہو۔۔۔"

وہ مصنوعی اپنائیت دکھاتے ہوئے بولا جبکہ دل تو کچھ اور ہی بول رہا تھا۔

"ویسے تمہاری واپسی کب تک ہے۔۔۔؟؟"

اس نے باتوں باتوں میں پوچھ لیا۔

"میں اب بھیں رہوں گا۔ میرے ماں باپ کو میری ضرورت ہے۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ
انہیں مستقل طور پر آسٹریلیا بلا لوں مگر-----"

وہ بتا رہا تھا۔ ارمان نے آگے بھی بہت کچھ کہا تھا۔ لیکن جنید نے نہیں سنا۔۔۔ اس کا ذہن
پہلی سطر کے پانچ لفظوں پر اٹک گیا تھا۔

(میں۔۔۔ اب۔۔۔ بھیں۔۔۔ رہوں۔۔۔ گا)

اور یہ وہ لمحہ تھا۔ جو جنید گیلانی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی زندگی میں کبھی بھی آئے۔
"او۔۔۔ اوہ گُڑ"

اس کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزرا۔۔۔ اس کی گرفت بوتل پر سخت ہوئی مگر ارمان نے
غور نہیں کیا تھا۔



BEING THE STRING OF YOUR KITE

آج کی شام خاص سہانی اور ستاروں سے بھی تھی۔ برقی روشنی میں پورا ہال جگما رہا تھا۔ چاروں
جانب سرخ گلاب بکھرے تھے۔ مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ ہلکے گلابی رنگ کی کام
دار شلوار قمیض میں ملبوس زرینہ سب کا استقبال کر رہی تھیں۔ پس منظر میں موسیقی کانوں
میں رس گھول رہی تھی۔ جب ذوالکفل، بینش سکندر اور باقی مہمانوں کے ہمراہ ہال میں داخل
ہوا۔ زرینہ نے پر جوشی سے بینش سکندر کو گلے لگایا اور ذوالکفل کے جھکے سر پر شفقت سے
ہاتھ رکھا۔

اس نے آف وائٹ کرتا پاجامہ کے اوپر خاکستری رنگ کا کڑھائی والا واسکٹ پہنا تھا۔ بالوں کو سلیقے سے الٹا جمار کھا تھا۔ کلائی میں سیاہ رنگ کی گھٹری چمک رہی تھی۔ مضبوط جسمات، پرکشش خدو خال، گھری شفاف آنکھیں اور اس کی تمکنت بھری مسکراہٹ دیکھ کر ہال میں بہت سی سر گوشیاں ہوتی تھیں۔ وہ سب کی ستائشی نگاہوں کا مرکز بنتا بڑے اطمینان سے پر اعتماد چالتا ہوا۔ مہماںوں کو سر کے خم سے جواب دیتا خوبصورت پھول بوٹوں سے سجے اسٹیچ پر آگر بر اجمان ہو گیا۔

رنگارنگ تقریب میں کئی حسین چہروں کے درمیان آسمانی رنگ کی میکسی میں ملبوس ریم کی شکل دیکھ کر با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کس قدر بے دلی سے یہ فنکشن اٹھنیڈ کر رہی ہے۔ وہ مجبوراً سارہ کے اصرار پر یہاں آئی تھی۔ ورنہ اُسے جانان میں اور اس کی منگنی میں بلکل بھی دلچسپی نہیں تھی۔

"بعض دفع دل نہ ہونے کے باوجود بھی مسکرانا پڑتا ہے۔"

سارہ نے ریم کے کان میں سر گوشی کی تو ناچاہتے ہوئے بھی ریم کے ہونٹوں پر مسکان رینگ گئی۔ خوش ہونے کی ادکاری کرنا اس وقت سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ جب دل اندر سے زخمی ہو۔ واقعی ٹوٹے دل کے ساتھ دنیا داری نہ جانا بہت کٹھن تھا۔ سارہ نے اس کے بچھے چہرے کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے اس کا کندھا چھوا تو اس نے پہلی بار چہرہ اٹھا کر اپنے ارد گرد کی تیاریوں پر نظر ڈالی۔۔۔ گلاب کی خوبصورت معطر اور رنگیں قمقوں سے سمجھی یہ شام اپنے جلوے بکھیر رہی تھی۔

اسٹچ پر زریئنہ اور بینش سکندر سبھی دھجی سی کھڑیں آپس میں محو گفتگو تھیں۔ اس نے صوفے پر بیٹھے ذوالکفل کو دیکھا۔ ریم کو جانان کی قسمت پر رشک ہوا۔ قدرت نے اُسے ذوالکفل سکندر جیسا وجیہہ اور مکمل انسان عطا کیا تھا۔

آج پھر ایک عجیب سے احساس نے ریم کے دل پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اس کی سانسیں زیر زبر کی تھیں۔ بہت سی ناخو شگوار یادیں اس کے گرد طواف کرنے لگیں اور وہ وہاں بیٹھے بیٹھے ایسی ہی ایک چمکیلی سی شام میں گم ہو گئی۔

عرفات اور داور کی لڑائی نے پوری تقریب کا مزا کڑ کڑا کر دیا تھا۔ ڈرامے سے لطف اندوز ہونے کے بعد مہمان ایک ایک کر کے تقریب سے الوداع لینے لگے۔ تب ریم نے خاموشی سے رخ جانان کی طرفی موڑا۔ وہ ہال میں تنہا کھڑی تھی۔ زریئنہ اندر سارہ کے ساتھ تھیں۔ شاید آج کی محفل خراب ہونے پر معزرت کر رہی تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا ملا تمہیں یہ سب کر کے؟"

ریم دھیرے مگر کٹلیے لبجے میں بولی۔ جانان نے کندھے پر موجود شال درست کی پھر ذرا سا ریم کی جانب جھکی۔

"سکون--"

زہریلی مسکراہٹ کا تیر اس کے آر پار کرتے ہوئے۔ جانان نے اس کی آنکھوں میں جمع ہوتے اشتعال کو محفوظ ہو کر دیکھا تھا۔

"نکلو۔ میرے بھر سے"

لفظ لفظ چبا کر کہتے ہوئے انگلی سے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔

"میں تو تمہیں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ تمہارے باپ کا گھر ہے جو نکل جاؤں۔۔۔۔۔ سید لاائف۔۔۔۔۔"

جانان کے ہونٹوں پر مضجعہ خیز مسکراہٹ تھی۔ ایسی مسکراہٹ جس نے ریم کے انگ انگ میں طلاطم برپا کر دیا تھا۔

"اپنی اوقات میں رہو جانا ورنہ مجھے اپنی اوقات دکھانے میں وقت نہیں لگے گا۔" وہ ایک قدم نزدیک آئی۔ اس کے لبھ میں خون جما دینے والی وارنگ تھی۔ جانا کے چہرے کی مسکراہٹ زائل ہوئی۔

"سوتیلے باپ کے گھر بوجھ کی طرح پلنے والی لڑکی کی آخر کیا اوقات ہو سکتی ہے۔ ہاں۔۔۔۔۔؟" لب سختی سے بھینچ کر کہتے ہوئے۔ اس نے خونخوار نگاہوں سے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

اس سے پہلے کہ ریم کچھ کہنے کے لئے اپنا منہ کھولتی سارہ اور زریمنہ ڈرائیور روم سے باہر نکلیں۔ سارہ نے زریمنہ کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

"بس کرو زریمنہ اس میں ہماری جان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم دل پر بوجھ مت لو۔۔۔" ریم کو اپنی سماںتوں پر یقین نہیں آیا۔ چہرے کا رنگ فق ہوا۔

"ویسے بھی ہماری جانان ہے ہی اتنی حسین۔۔۔"

سارہ نے اس کے گال کو نرمی سے چھوڑا تھا۔

"بلکل آپ کی طرح۔۔۔"

جو اباً اُن کو گلے سے لگاتے ہوئے جانان نے کن اکھیوں سے ریم کی جانب دیکھا اور اس کے چہرے کی مسکراہٹ مدھم ہو گئی۔

"خالہ پر محبتیں نچاہو کر چکی ہو تو گھر چلیں۔۔۔؟"

ان کی مسکراہٹوں نے ماحول میں چھائی ٹینشن زائل کر دی تھی۔

"آؤ زریمنہ میں تمہیں باہر گاڑی تک چھوڑ دوں۔۔۔"

جانان لب کاٹتی اُن دونوں کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہی تھی۔ جب بیرونی دروازے کو عبور کرتے ہوئے۔ اس نے پلٹ کر ایک بار پھر ریم کی جانب دیکھا۔ جو جھکے سر کے ساتھ کھڑی کافی ڈکھی اور مایوس دکھائی دے رہی تھی۔ اُسے اپنے کئے پر ندامت محسوس ہوئی۔ سارہ اور زریمنہ باتیں کرتیں دروازے سے باہر نکل چکی تھیں۔ وہ بلا توقف کے پلٹ کر ریم کے پاس آئی۔

اس کے قدموں کی چاپ پر اس نے بھیگی اور سرخ آنکھیں اٹھا کر جانان کو دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

"آئی ایم سوری ریم۔"

ناجانے کیا ہوا تھا۔ اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے ریم کو گلے سے لگا لیا۔ جاناں کی نگاہیں بے اختیار پچھے کھڑے عرفات کی نگاہوں سے ٹکرائی تھیں۔ وہ کچھ فاصلے پر کھڑا دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر الجھن تھی۔ چند سینڈز خاموشی سے سرک گئے۔ پھر اس کے کانوں میں ریم کی زہر گھولتی آواز ابھری۔

"میں معاف کر دیتی ہوں لیکن اس معافی کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ جو مقابل کو ہر حال میں چُکانی پڑتی ہے۔"

ریم نے اُسے آہستگی سے کپڑ کر پچھے کیا۔ چند لمحوں پہلے والا احساس فضا میں بھانپ کی طرح اُڑ چکا تھا۔ جاناں نفی میں سر ہلاتے ہوئے دھیرے سے مسکرائی۔ جیسے ریم کے رد عمل نے نہ اُسے حیران کیا تھا اور نہ ہی ڈس اپوائٹ۔ لب کاٹتے ہوئے جاناں نے ریم کو دیکھا۔

"اوکے ڈیر کزن لیکن ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا۔"

اس نے مصنوعی سے انداز میں سرگوشی کی کہ کوئی سُن نہ لے۔

"میں اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں چٹان سے دیتی ہوں۔"

شرارت سے ریم کی ناک دباتے ہوئے۔ وہ اُسے اندر تک گھائیں کرچکی تھی۔

"نچ"

ریم ذوالکفل پر نظریں جمائے اپنے ہی خیالوں سے گھقتم گھتا تھی۔ جب ذوالکفل نے سرسری سی نظر اٹھا کر مہماںوں پر ڈالی۔ لمحے بھر کو دونوں کی نظریں ملیں۔ وہ اسٹچ کے بلکل نزدیک

والی ٹیبل پر بیٹھی تھی۔ ذوالکفل کچھ گھٹھکا۔ اس کے ماتھے پر بہت سے بل ابھرے۔ ریم نے ٹپٹا کر نظر وہ کا زاویہ تیزی سے بدلا تھا۔ شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ ریم جاناں کی کزن تھی۔ وہ اُس کی موجودگی کا جواز سمجھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ اس کی دوسری نظر سارہ بیگ پر پڑی۔ ان دونوں کو وہاں دیکھ کر ذوالکفل بری طرح چونکا تھا۔ اس کا ذہن شدید الجھن کا شکار ہوا۔



جانان اندر براہیڈل روم میں تھا تھی۔ اس نے سختی سے زرینہ کو تنبیہ کی تھی کہ اندر کوئی بھی نہ آئے۔

اس نے بیزاری سے سامنے دیوار گیر آئیے میں خود کو دیکھا۔ پیسٹل پنک اور آف وائٹ امتزاج کی بھاری متیوں سے سبھی میکسی میں وہ بے آرام سی ٹو سیٹر صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بھاری جیولری، ہیوی میک اپ اور سر پر موجود ڈوپٹے میں اُسے بلکل بھی سانس نہیں آرہا تھا۔ جاناں کو اتنے بھاری ملبوسات پہننے کی عادت نہیں تھی۔ گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔ اس کے چہرے پر بد مرگی پھیلی۔!!

وہ پہلو سے میکسی کو ہلاکا سا اٹھائے۔ ہائی ہیلز میں بمشکل چلتی کھڑکی تک آئی اور سلامنڈ ڈور بائیں جانب کو کھسکا کر ہوا کو اندر داخل ہونے کا راستہ دیا۔ شام ڈھلتے ہی خنکی بڑھ گئی تھی۔ مگر اس وقت ناگوار نہیں لگ رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا میں گہری سانس بھر کر جاناں نے دھیرے سے آنکھیں موند لیں۔

عورتوں کو بھی قید کرنے کے نت نئے انداز تھے اور یہ دس دس گلوکے وزنی کپڑے اور زیور ان میں سے ایک تھے۔ اس نے بیزاری سے سوچا۔۔۔ !! خیر سوچنے کو اس لمحے اور بھی بہت کچھ تھا۔ لیکن وہ بار بار اپنے ذہن میں آتی سوچوں کو جھٹک رہی تھی۔

انسان کے ساتھ ہمیشہ اس کی سوچ کے برعکس ہی کیوں ہوتا ہے۔ کیوں ہمیشہ ویسا نہیں ہوتا جیسا وہ پلین کرتا ہے۔

شايد قسمت کی جانان سبزداری سے ذاتی بیر تھی۔ اجلال خان کو اپنی یاداشت سے مٹانے کے لئے اس نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ان کا نام اپنی شناخت سے کاٹ کر کہیں دور پھینک چکی تھی۔ اُسے اپنی ماں کے سر نیم سے پہچانے جانا قبول تھا مگر اس شخص کے سر نیم سے نہیں۔۔۔ مگر تقدیر نے ایسا چکر چلا�ا کہ وہ جس نام، جس خاندان، جن لوگوں سے بھاگتی آئی تھی۔ اُسے وہی نام، وہی خاندان اور اُنہی لوگوں کا ساتھ عطا کیا گیا تھا۔

اس کی سوچوں کا تسلسل دروازے کا ناب گھونمنے کی آواز سے ٹوٹا تھا۔ اس نے ضبط سے سانس پھیپھڑوں میں اُتاری۔

"آگئیں آپ۔۔۔؟" اس نے افق پر مر جھائے چاند کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔ دھیرے سے دروازہ مقفل ہوا۔

مکمل خاموشی۔۔۔

کوئی بہت آہستگی سے قدم اٹھاتا اندر آیا تھا۔۔۔ اُسے اجنبیت کا احساس ہوا۔ اُسے لگا کوئی مہمان ہے۔ اس نے بیزاری سے شانے اُچکائے۔ قدموں کی آہٹ کچھ فاصلے پہ آکر رکی تھی۔

جانان کھٹک کر پلٹی تو دیکھا، وہ سامنے کھڑا تھا۔ جاناں کے پاؤں مخدود ہوئے۔ اس کی خاموشی سے لبریز آنکھیں جاناں کے سراپے پر مقناطیس کی طرح جمی تھیں۔ وہ یہاں کیوں آگیا تھا۔ اس کی الجھن میں اضافہ ہوا۔ مقابل کئی لمحوں تک اس سمجھی سنوری دوشیزہ کو ستائش نظر وں سے دیکھتا گیا۔۔۔۔۔

"ت۔۔۔ تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔۔۔؟" جاناں نے احتیاطاً ایک نظر دروازے پر ڈالی۔

"مجھے پتا ہوتا کہ سمجھی سنوری دلہن کے روپ میں تم اتنی حسین لگو گی تو میں بہت پہلے ہی آجاتا۔"

وہ کھوئے ہوئے انداز میں کہتا ایک قدم آگے بڑھا۔ اس تہائی میں اس کی موجودگی نہ جانے کو نسی قیامت برپا کر سکتی تھی۔

"کس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔ تمہیں یہاں کسی نے دیکھ لیا تو قیامت آجائے گی۔۔۔"

اس کے بڑھتے قدموں نے اس کا حلق خشک کیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار جاناں کو شدید گھبراہٹ محسوس ہوئی تھی۔ کمرے میں چکراتی اے سی کی ٹھنڈک اور کھڑکی سے آتی ہوا کے باوجود اس کا وجود پسینے میں شرابور ہونے لگا۔

قیامت۔۔۔؟

قیامت کیا آتی۔ قیامت تو آچکی تھی۔ قیامت تو سامنے کھڑی تھی۔ سمجھی سنوری، خوبصورت پیکر میں ڈھلی، سانسوں کو قبض کرنے کی طاقت اپنی سیاہ آنکھوں میں مقید کئے۔ جاناں سبزداری کے روپ میں۔۔۔!!

عرفات نے بنا پلکیں جھپکائے جانان کو سر سے پاؤں تک پور پور اپنی نگاہوں سے چھوا تھا۔

"پلیز عرفات تمہیں اگر میری عزت کی ذرا بھی پرواہ ہے۔ تو پلیز یہاں سے کسی کی نظر وہ میں آئے بغیر خاموشی سے چلے جاؤ۔"

وہ ملتبجانہ انداز میں بولی۔ بار بار اس کی نگاہ دروازے کی جانب اٹھتی تھی۔ خدا نہ خواستہ کوئی آجاتا تو بھرے پنڈال میں اس کی عزت کا تماشہ بن جاتا۔

"میں تو کب کا جا چکا ہوں جان۔۔۔ بس دفنانا باقی ہوں۔ تم پرسہ دینے نہیں آئیں تو دیکھو (خود چل کر تم تک آئی ہے۔"

اور واقعی جانان نے اس پورے وقت میں پہلی دفع عرفات کو دیکھا تھا۔ تخیل سے، رک کر، ٹھہر کر۔۔۔

جس عرفات سے وہ چند دن پہلے ملی تھی۔ یہ شخص وہ نہیں تھا۔ ڈھلا ہوا رنگ، بڑھی ہوئی شیو، اُترا ہوا چہرہ۔۔۔ اس کی طبیعت ماند پڑ چکی تھی۔ آنکھوں کی شرارت، چہرے کی مسکراہٹ وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی تھی۔

"تم میری نہیں ہو پھر بھی میری لگتی ہو۔۔۔ کیا واقعی عشق میری روح میں اتر چکا ہے یا یہ محض فطور ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانکتے ہوئے بولا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو عرفات۔۔۔ یہ عشق نہیں بس ضد ہے۔"

اس نے رخ موڑنا چاہا۔۔۔ مگر اُس نے ٹوک دیا۔

"ایسی خطا ہرگز مت کرنا ورنہ اپنے قدموں پر کھڑا نہیں رہ سکوں گا۔ اتنی بُمی زندگی ہے جان اُسے جینے کے لئے جی بھر کر دیکھ لینے دو۔۔۔"

وہ لب بستگی سے اُسے دیکھتی رہ گئی۔ انسان کو دو موت آتی ہے۔ ایک تب، جب اس کی روح مر جاتی ہے۔ مگر سانسیں چلتی رہتی ہیں۔ دوسری وہ موت جہاں بس یادیں زندہ رہتی ہیں۔ انسان مر جاتا ہے۔

جانان کو اندازہ تھا کہ کسی بھی قسم کی سختی یا طنزیہ گفتگو وہ اس وقت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبائے لگیں۔ کچھ دیر سنجیدگی سے اُسے دیکھنے کے بعد دھیرے سے بولی۔

"ٹھیک ہے آخری دفع دیکھ لو کیونکہ اس کے بعد میں تمہیں اس جسارت کی اجازت نہیں دوں گی۔۔۔"

سنجیدگی کے ساتھ ساتھ اس کے لمحے میں ایک نامحسوس سی اپنائیت تھی۔

وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتا کرب سے مسکرا یا۔ وہ بدلا تھا تو پہلے جیسی جانان بھی نہیں رہی تھی۔ اس کے لمحے کی نرمی، اس کی آنکھوں کا گیلا پن۔۔۔ وہ آنسو بھری نگاہوں میں تحریر سمیئے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ عرفات کی نظروں میں چھپا ارتکاز سمجھتے ہوئے نگاہیں پھیر گئی۔

"شاید دنیا میں کسی نے کسی کو اتنا نہیں چاہا ہو گا۔ جتنا عرفات بیگ نے تمہیں چاہا ہے۔"

وہ بولا تو لہجہ تھکن سے مخمور تھا۔

"تو پھر آج اپنی چاہت کا ثبوت دو۔۔۔ تم جس خاموشی سے آئے تھے۔ اُسی طرح دبے پاؤں یہاں سے چلے جاؤ۔۔۔"

وہ نرم مگر ٹھوس انداز میں بولی۔

پتا نہیں وہ اپنے سینے میں کونسا دل رکھتی تھی۔ نہ لب کا پنے تھے نہ دل رکھا۔۔۔ عرفات نے شکستگی سے سوچا۔ لمحے بھر پہلے والا احساس زائل ہو چکا تھا۔ اس کے لمحے کی نرمی میں محبت نہیں تھی۔ ترس اور ہمدردی بھی نہیں تھی۔ شاید احساس تھا۔ جانان سبزداری عرفات بیگ کی تکلیف کا احساس کرنے لگی تھی۔ یہ بھی بہت تھا مگر دل کو قرار دینے کے لئے کافی بھی نہیں تھا۔ دروازے کے باہر قہقہے اور قدموں کی آہٹ سی ابھری۔۔۔ جانان کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے۔

"پلیز۔۔۔"

بانا آواز کے لبوں پر زنبش ہوئی۔

وہ ایک خواب کی کیفیت میں چلتا ہوا اس کے مقابل آگیا۔ پھر اس نے عالم بے خودی میں اس کے چاند سے جھملاتے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں میں بھر کر اپنے لرزتے لب اس کی پیشانی سے ٹکرائے۔

جانان کے ہاتھ ایک دم ٹھنڈے ہو گئے۔ اس کے اندر بہت زور سے بادل گرجے تھے۔ اس گرج کی آواز عرش تک گئی تھی۔ اُسے لگا شاید وہ کھڑے کھڑے گر پڑے گی۔ موقع محل

نے جاناں سے کسی بھی قسم کا رد عمل دینے کی آزادی چھین لی تھی۔ خیر قسمت نے اُسے فیصلوں کا مکمل اختیار دیا بھی کب تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا، مگر حیرت زده آنکھوں میں ہلکی خفگی نمودار ہوئی تھی۔

عرفات نظریں اُس پر جمائے پیچھے ہٹا گیا۔ یہاں تک کہ اس کی نظروں سے او جھل ہو گیا۔
جانان کے ہونٹوں پر قفل لگ گئے تھے۔ وہ ساکت سی اپنی جگہ کھڑی رہی۔ جب براہیڈل روم کا دروازہ بنا آواز کے آہستگی سے کھلا اور زرینہ چہرے پر ڈھیر ساری شفقت اور محبت سمیئے اندر داخل ہوئیں۔

"چلیں جاناں منگنی کی رسم کرنی ہے۔۔۔"

اُنہوں نے ایک نظر بھر کر اپنی بیٹی کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ زرینہ کو وہ آج سے پہلے اتنی حسین کبھی نہیں لگی تھی۔ اُنہوں نے بے ساختہ اس کے گجرے سے سچے ہاتھوں کو محبت سے چوما تھا۔ جاناں ہونق سی زرینہ کی شکل دیکھتی رہی۔ پھر ایک نظر پیچھے واش روم کے ادھ کھلے دروازے کی اوٹ میں کھڑے اس تاریکی میں ڈوبے شخص کو دیکھا۔

"کیا ہوا میری جان اتنی خاموش کیوں ہو۔۔۔؟"

اُنہوں نے جاناں کے سپاٹ چہرے کو دیکھا۔ اس کی خاموشی نے زرینہ کو فکرمند کیا تھا۔
"کچھ نہیں۔۔۔" وہ جواباً سر نفی میں ہلا گئی۔

"کوئی بات ہے تو کہہ دو۔۔۔" اُنہوں نے ناجانے کیوں گریدا۔

"کوئی بات نہیں ہے امی۔" ایک بار پھر نفی میں گردن ہلانی "چلیں---؟ باہر سب تمہارے منتظر ہیں۔" انہوں نے خوشمگین انداز میں استفسار کیا۔ ان کے دل میں کچھ کھلا تھا۔ اس نے زریغہ کو دیکھا پھر بمشکل مسکراتے ہوئے سرا ثابت میں ہلا دیا۔

☆...☆...☆

"نظریں نیچے کر لو بیٹا تمہاری ہونے والی مگنیٹر آنے والی ہے۔" وہ جو مسلسل ریم اور سارہ کو پیچیدہ سے تاثرات لئے گھور رہا تھا۔ چونک کر سیدھا ہوا اچانک اُسے اپنے اعصاب پر تناؤ محسوس ہوا تھا۔

"شباش نظر نہ بھٹکے تو ہی اچھا ہے۔" وہ سر گوشی میں بولیں۔ ذوالکفل خجل ہوا۔

"آپ کو میں ٹھر کی لگتا ہوں؟"

اُسے اپنی ماں کے خیالات جان کر خاصاً افسوس ہوا تھا۔

"نہیں لگتے تو نہیں ہو لیکن مرد ذات پر بھروسہ بھی تو نہیں کر سکتے نہ"

وہ شرارت سے مسکان دباتے ہوئے بولیں۔ اس نے جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی۔ اس لمحے وہ اپنا ذہن دنیا کی ہر سوچ، ہر یاد، ہر بات سے خالی کر لینا چاہتا تھا۔ بعض دفع

دل کو زبردستی خالی کرنا پڑتا ہے۔ مگر وہ ناکام ہوا۔ اس نے ایک یاسیت بھری آہ بھری۔ کوئی بہت شدت سے یاد آیا تھا۔ اپنی محبت سے رخ پھیرنا آسان نہیں تھا۔ دل کو سمجھانے کے باوجود بھی نظر اس شخص کی جانب اٹھتی تھی۔ جسے نادیکھنے کا سچے دل سے تہبیہ کیا تھا۔ مگر یہ دل کیوں بار بار دھڑک کر باغی ہونے پر مجبور کرتا تھا۔ کچھ چیزیں واقعی اس کے اختیار میں نہیں تھیں۔

اس نے تھک کر نظریں جھکا کر گھری سانسیں لیں۔ جو چیزیں اختیار میں نہ ہو اُسے اللہ کے سپرد کر دینا ہی بہتر انتخاب ہوتا ہے۔ مگر انسان تو انسان ہے بار بار اس کی سوچیں بھٹکتی ہیں۔ نفس بغاوت پر اکساتا ہے۔ مگر بہتر صلاح اُسے ملتا ہے۔ جو سوال نہیں کرتا بس صبر کرتا ہے۔

اس نے بھی صبر کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی کوشش کی پھر اس نے ماحول میں پر جوشی محسوس کی۔!!

ادھر ادھر ٹھلتے مہمان ایک پل کو ٹھہر کر تاروں سے سمجھی اُس حسین اپرا کو ستائش سے دیکھنے لگے۔

"آگئی آپ کی میگیتر ذوالکفل بھائی۔۔۔" بیلانے زو معنی انداز میں سرگوشی کی تھی۔

"بی بی جی تو کہہ رہی تھیں کہ جان بھا بھی بہت خوبصورت ہیں مگر یہ تو۔۔۔"

اس نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے دانستہ طور پر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ ذوالکفل نے بس ذرا سی نظر ترجیح کر کے اُسے گھورا تھا پھر دوبارہ نظریں جھکا دیں۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے تھے۔

"شاید مجھ سے غلطی ہو گئی۔۔۔ میں یہ کیسے کروں گا۔"

ایک پل کو دل مطمین ہوتا تو اگلے ہی پل بے چینی کے بھنور میں ڈوبنے لگتا۔ ذوالکفل عجیب کشمکش سے دوچار تھا۔

وہ سمجھ کر چلتی اس کے پہلو میں آکر بیٹھی تو وہ کچھ غیر آرام دہ سا ہو کر آگے کو سر کا۔ نظریں تو اٹھنے سے انکاری ہو چکی تھیں۔ دل بار بار اپنا قبلہ بدل رہا تھا۔ بیک وقت بہت سی آوازیں اس کی سماعتوں سے ٹکرائی ہی تھیں۔ بہت سے چہرے اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزرے تھے۔

بینیش نے ذوالکفل کی جانب منگنی کی انگوٹھی بڑھائی۔ اس نے سوچتی نگاہوں سے انگوٹھی کو دیکھا۔ اس کا خود پر سے یقین ڈگمگایا۔ اس کا دل کیا کہ سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے بھاگ جائے۔ اس کے رکے ہوئے ہاتھ، چہرے پر الجھن دیکھ کر زریمنہ کے ماتھے پر شکنیں اُبھریں۔

ذوالکفل کو وہ تمام وعدے یاد آئے۔ جو اس نے سکندر سے کئے تھے۔ بینیش سے کئے تھے۔ اپنے آپ سے کئے تھے۔ اس نے انگوٹھی کپڑلی تو ان کی جان میں جان آئی۔ ذوالکفل نے ہلا سارخ جانان کی طرف موڑا اس کی پہلی نظر جانان کی خوبصورت مخروطی انگلیوں اور ہاتھوں پر

ٹھہری۔ اس کے ہاتھ مہندی سے پاک تھے۔ مگر پھر بھی خوبصورت لگ رہے تھے۔ اس نے دھیرے سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ دل کی دھڑکنیں کانوں میں گونجنے لگیں تو جیسے ذوالکفل پر چھائی گنودگی کا زور ٹوٹا۔

اس نے زور سے پلکیں جھپکا کر نظرؤں کا سفر جاری رکھا۔ پھر گجروں سے سمجھی دودھیاں کلاسیوں نے اس کا ذہن جھنجوڑا۔ اس لمحے اس کا ذہن تمام سوچوں اور وسوسوں سے خالی ہو گیا تھا۔ دھیرے دھیرے اجنبیت کے بادل چھٹنے لگے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کی نظرؤں نے جانان کے چہرے تک کا سفر طے کیا۔

پھر برق قمقوں سے سمجھی اس شام نے دم سادھ لیا۔ چاند بادل کی اوٹ میں چھپ گیا۔ تاروں کی بارش ہوئی۔۔۔ پھر ہواں نے بھی گواہی دی۔

وہ خیال، وہ خواب کی صورت سامنے تھی۔ وہ حقیقت بن گئی تھی یا اُسے نظر کا دھوکہ ہوا تھا۔

وہ جامد ہوا پھر ساکن ہوا اور وہ اسی کیفیت میں اُسے دیکھتا گیا۔ اگر یہ خواب تھا تو حسین تھا۔ اگر حقیقت تھی تو حسین ترین تھی۔ ذوالکفل سر سے پاؤں تک گنگ رہ گیا۔ اس نے اپنی ساکن پلکوں کو محسوس کرنے کی کوشش کی۔۔۔ رکی ہوئی سانسوں کو بحال کرنا چاہا مگر وہ نہیں کر سکا۔ وہ کچھ نہیں کر سکا۔

خواب، گمان، کوئی تمنا اگر حقیقت ہو جائے تو کیا ہوتا ہے۔ بس اس لمحے ذوالکفل سکندر خان کے ساتھ وہی ہوا تھا۔ کیا اس رب کی چاہت بھی وہی تھی۔ جو اس کی چاہت تھی۔ اس نے

بے یقین سے، حیرت سے سوچا۔ سب اُسے ہی دیکھ رہے تھے۔ مگر کسی کی نظرؤں کے ارتکاز سے کیا فرق پڑتا تھا۔

"پہنا بھی دو"

وہ اس قدر حیران تھا کہ بینش سکندر کو اُسے باقاعدہ زور سے ٹھوکا مارنا پڑا۔ وہ چونکا پھر دوبارہ اُسے دیکھا کہیں اس کا ذہن اُسے دھوکا تو نہیں دے رہا تھا۔

"دیکھنے کے لئے پوری زندگی ہے ذوالکفل بھائی۔۔۔ اب پہنا بھی دیں۔۔۔" وہ بیلا کی آواز تھی۔

قہقہے، سرگوشیاں، معنی خیز نظریں۔۔۔

"ا۔۔۔ ہا۔۔۔ ج۔۔۔ جی۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ نیند سے بیدار ہوتا۔ اس نے جلدی سے انگوٹھی پہنا دی۔ اُسے اب بھی اپنی نگاہوں پر اعتبار نہیں تھا۔ اس نے احتیاطاً ایک نظر پھر سے اپنے پہلو میں بیٹھی اس لڑکی کے نورانی چہرے پر ڈالی۔ جو خاموشی سے پلکیں جھکائے بیٹھی تھی۔ مطلب وہ کوئی فریب، سراب یا نظر کا دھوکہ نہیں تھی۔ وہ حقیقت تھی۔ ذوالکفل سکندر خان کی حقیقت۔۔۔ وہ بس اُسے دیکھتا گیا۔ جب تک کہ اُسے اپنے ساتھ ہوئے اس معجزے پر مکمل یقین نہیں آگیا۔ اس نے نظریں نہیں ہٹائیں۔

"واہ ذوالکفل بھائی۔۔۔ جان بھا بھی تو واقعی چاند کا ٹکلڑا ہیں۔۔۔"

بیلا کی شوخی تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

وہ مسرور ہوا۔ احساسِ تشكیر سے سینا پھول گیا۔

اس نے نظر گھما کر بینش سکندر کی جانب دیکھا۔ جو پہلے ہی اُسے کچھ عجیب مگر مسکراتی نظروں سے گھور رہی تھیں، پھر دھیرے سے کان میں سرگوشی کی۔!!

"اور ہاں تمہارا نکا بلکل غلط تھا کیونکہ جاناں کی شکل بھا بھی سے نہیں اجلال بھائی سے ملتی ہے--"

ذوالکفل کے چہرے پر شوخ مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

"سوری اینڈ تھیک یو"

اُنہیں دیکھ کر شرارت سے آنکھ دبائی۔ وہاں موجود مہمان ذوالکفل کی اس حرکت پر ہنسنے لگے تھے۔

"گلتا ہے ڈی ایس پی صاحب کو دلہن پسند آگئی ہے۔" "خواتین میں سے کسی نے کہا تو سب نے بلند بانگ قہقہہ لگایا۔ اپنی بے اختیاری کا احساس ہوتے ہی ذوالکفل نے خجالت سے چہرہ جھکایا تھا۔ جاناں کی گردن میں گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی۔

واقعی خوش تو وہ ہو گیا تھا اور یہ خوشی اس کی مسکراہٹ سے صاف واضح تھی۔ ذوالکفل کے بدلتے تاثرات نے زرینہ سبزواری کے دل سے ایک بہت بڑا بوجھ ختم کیا تھا۔ اُنہوں نے اطمینان بخش سانس لی تھی۔

"چلیں اب دلہن صاحبہ کی باری ہے انگوٹھی پہنانے کی"

زرمینہ نے انگوٹھی جاناں کی جانب بڑھائی۔ جسے وہ خالی نگاہوں سے کچھ لمحوں تک دیکھتی گئی۔ پھر اس نے بلا تو قف کے انگوٹھی ذوالکفل کی انگلی میں پہننا دی۔ مہماں تالیاں بجانے لگے، سب مبارکباد کے نارے لگانے لگے۔

"موقع ہے، دلہا ہے، دلہن بھی ہے۔ منگنی کیوں امی سیدھا نکاح ہی پڑھا دیتے ہیں۔"

سب کی حیرت انگیز نظریں ذوالکفل کی جانب گھومیں۔ جو اپنی انگلیوں سے کھلیتا، گردن جھکائے منمنایا تھا۔ اور یہ پہلی بار تھا۔ جب جاناں نے جھٹکے سے گردن موڑ کر پہلو میں بیٹھے ذوالکفل کو حیرت سے دیکھا۔

دونوں کی نظریں بروقت ملیں۔ دونوں نے نظریں بروقت چراٹی تھیں۔ فلیش لائٹ میں دونوں کے چہرے چمکے تھے۔ اُفف کیا قیامت خیز لمحہ تھا۔ ذوالکفل نے بیٹھ مس کی۔۔۔ دل سینا توڑ کر باہر آنے کو تیار بیٹھا تھا۔

"بیٹا جی نیکی اور پوچھ پوچھ۔۔۔"

"ہاں جی کل کرو سو آج کرو، آج کرو سوا بھی۔۔۔"

ذوالکفل کی خواہش پر زرمینہ نے چونک کر بینش کو دیکھا۔ وہ خلاف توقع بہت پر سکون نظر آرہی تھیں۔ انہیں بینش کے لاپرواہ سے اندر پر حیرت ہوئی۔

"موقع محل ہے بھا بھی پھر کیا کہتی ہیں آپ۔۔۔ ڈی ایس پی صاحب کی خواہش کی تکمیل کر دی جائے۔"

بینیش سکندر نے جس انداز سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر صوف کی پشت سے ٹیک لگائی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اس صورتحال سے پہلے ہی واقف تھیں۔ جاناں کو لگا کہ وہ کوئی فلم دیکھ رہی ہے۔

"یہ شخص گرگٹ سے بھی تیز رنگ بدلتا ہے۔ پہلے کہا کہ امی کی خواہش ہے اور اب دیکھو نکاح پڑھوانے کے مشورے دے رہا ہے میسا انسان۔۔۔۔۔ اونہوں"

اس نے خنگی سے سر جھکا۔

" بتائیں بھا بھی ہم آپ کی رضامندی کے منتظر ہیں۔۔۔"

بینیش کی پکار پر زرینہ چونکی پھر مدھم سا مسکراتے ہوئے ایک نظر جاناں کی جانب دیکھا۔ اس کے ماتھے پر ڈھیروں بل تھے۔ اس نے شکوہ کن انداز میں زرینہ کو پلٹ کر دیکھا تھا۔ ان کے چہرے پر انتباہ تھی۔ پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے کوئی بھی رد عمل دینے کے بجائے ضبط سے سر جھکا دیا۔ آج ایک بار پھر ان کا مان رکھنے کے لئے جاناں نے اپنے دل پر خنجر کا وار برداشت کیا تھا۔ احساسات کے ان داؤ پیچ میں جاناں کو سب سے زیادہ اس سے منسلک رشتؤں نے الجھایا تھا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ اس نے شکست خور دگی سے کندھے ڈھلکا دیئے۔ بعض دفع آپ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پاتے۔ شاید رشتؤں کا احساس، ان کی محبت اور ایثار آپ سے تمام اختیارات چھین لیتی ہے۔۔۔ چاہ کر بھی آپ خود غرض نہیں ہو پاتے۔ زرینہ نے اثبات میں سر کو زنبیش دے کر رضامندی کا ڈنکا بجايا اور اس کے بعد سب کچھ بہت تیزی سے ہوا۔ جاناں پژمردہ سی بیٹھی تھی۔ بلکل سن، بے حس اور سرد۔۔۔۔۔ نہ

اُسے کچھ محسوس ہو رہا تھا اور نہ ہی سنائی دے رہا تھا۔ بس چہرے نظر آرہے تھے۔ لب ہلتے دکھائی دے رہے تھے۔

پوری کائنات میں سناٹا چھا گیا تھا۔ خاموشی گھری خاموشی۔

اس نے قاضی کو مقدس کلمات پڑھتے دیکھا۔۔۔ پھر اس نے ذوالکفل کو رضامندی دیتے دیکھا۔۔۔ پھر اس نے قاضی کو نکاح نامہ اُس کے سامنے رکھتے ہوئے دیکھا اور ایک جھماکے کے ساتھ جانان ہوش میں آئی۔ ارد گرد کا شور واپس آگیا۔

قاضی اس سے رضامندی مانگ رہا تھا۔ اس نے بے تاثر چہرے کے ساتھ قاضی کو دیکھا اور سر اثبات میں ہلا کر آہستگی سے قبول ہے کہا۔

پھر ہاتھ دعا کے لئے اٹھے، ساتھ نظر بھی اٹھی۔۔۔ وہ نظر بہت سے چہروں سے گزرتی ہوئی۔ ایک تاریک چہرے سے بھی ٹکرائی تھی۔ اس نے خود کو ٹھہر کر نظریں جھکاتے پایا۔ آج دل ہر دعا سے خالی ہو گیا تھا۔ اس نے مہندی سے عاری ہتھیلیوں کو دیکھا۔ بہت غور دے دیکھا۔

اور پھر وقت تھم گیا۔ عرش سے فرش تک ہر ایک شے تھم گئی۔ وہ جانان سبز واری سے جانان ذوالکفل خان بن گئی۔ بس اتنا سا وقت لگتا ہے۔ ایک عورت کی شاخت بدلنے میں۔۔۔ نکاح کے تین لفظ اور عورت کا حسب نسب بدل جاتا ہے۔ اس کے ہوا میں اٹھے ہاتھ کپکپانے لگے۔ دل کی دھڑکنیں منتشر ہو گئیں۔ آنکھوں میں نبی ابھر رہی تھی۔ ماتھے پر پسینہ

نمودار ہونے لگا۔ ذوالکفل نے جانان کی کپکپاہٹ محسوس کی، وہ کچھ کہتا اس سے پہلے ہی ریم وہاں آگئی۔

"مبارک ہو جان۔"

اس نے خالی الذہنی کی حالت میں گردن اٹھا کر اُسے دیکھا۔ وہ جانان کے نزدیک آئی۔ صوفے کے بازو پر سنجھل کر بیٹھتے ہوئے۔ جانان کے گرد بازو پھیلا کر گرموجوشی سے اُسے اپنے ساتھ لگایا۔ اس کے کندھے کو نرمی سے دباتے ہوئے۔ وہ ہنس کر سامنے دیکھ رہی تھی۔ جانان نے ہلکی سی گردن ترچھی کر کے اُسے دیکھا۔ اس پل وہ اُسے بے حد اپنی لگی تھی۔ بلکل سگنی بہنوں کی طرح، دوست کی طرح۔۔۔ زور سے فلیش لائٹ چمکی اور فوٹو گرافرنے یہ لمحہ قید کر لیا۔

ریم نے جانان کی طرف دیکھا۔ جو اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ البتہ اس کے تاثرات اب پہلے سے نارمل تھے۔ وہ یوں ہی مسکراتے ہوئے ہلاکا سا جھکی۔

"ایک سال پہلے ایسی ہی ایک محفل میں تم نے میری خوشیوں کا پرچم سرگوں کیا تھا یاد ہے؟"

اس کے لفظوں نے جانان کو ایک پل کے لئے کنفیوڑ کیا۔

"تم عرفات کے ساتھ اندر روم میں تھا تھی۔ اگر یہ بات میں یہاں سب کے سامنے بتا دوں تو پتا ہے کیا ہو گا؟"

اپنی مسکراہٹ کو برقرار رکھتے ہوئے۔ اس نے جاناں کے گال کو مصنوعی محبت سے چھووا۔
جانان سینڈز کے ہزاروں حصے میں اس کی بات کا مفہوم سمجھ گئی تھی کہ وہ کس تقریب کا ذکر
کر رہی ہے۔

جانان کے لب سختی سے بھنج گئے۔ اس نے بادل ناخواستہ مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں
تپ کر دیکھا۔

"ڈیز کزن یہ تمہارا میری ذات پر اب تک کا سب سے بڑا احسان ہو گا۔"
رمیم نے سمجھی سے بھنوں اُچکائیں۔

"مطلوب؟"

"مطلوب یہ کہ مجھے فرق نہیں پڑتا کہ ذوالکفل سے میرا راشتہ رہے یا نہ رہے۔ اگر تمہاری یہ
حرکت مجھے اس نام نہاد رشتے سے آزاد کرو سکتی ہے تو بسم اللہ کرو۔ میں تا حیات تمہاری
شکر گزار رہوں گی۔"

رک کر اس کی آنکھوں میں جھاگنی۔

"قسم سے"

آخری لفظ پر زور دے کر کہا۔ رمیم کی مسکراہٹ ماند پڑی۔ جاناں اس کھیل کی پرانی کھلاڑی
تھی اور مقابل کی فطرت سے باخوبی واقف بھی تھی۔ ان دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ کر
ذوالکفل کی الجھن اب بلکل دور ہو گئی۔ سارہ، زرینہ، عرفات، جاناں اور رمیم۔۔۔۔۔۔ سب

ایک ہی تسبیح کے دانے تھے۔ ایک ساتھ تو تھے مگر ایک دوسرے سے جُدا جُداتھے۔ اس نے لاپرواہی سے شانے اچکا دیئے۔ آج کی شام اس کی زندگی کی بہترین شام تھی۔ جسے وہ زندگی بھر کے لئے یاد رکھنے والا تھا۔

☆...☆...☆

اس کے پیروں میں چکلی کے پاٹ بندھ گئے تھے۔ ایک ایک قدم اٹھانا عذاب لگ رہا تھا۔ آج عرفات نے زندگی میں پہلی دفع سرخ آندھی کو اٹھتے دیکھا تھا۔ اس نے زندگی میں پہلی دفع بادلوں کو زمین پر گرجتے دیکھا تھا۔ اس نے آج طوفان کو بہت قریب سے محسوس کیا تھا۔

عرفات نے ہمیشہ جانان کے پہلو میں خود کو تصور کیا تھا۔ اس کے ساتھ کی تمنا کی تھی۔ لیکن یہ تقدیر نے اس کے ساتھ کیسا مذاق کیا تھا۔ آفیں کیسے ٹوٹی ہیں۔ یہ اس نے آج دیکھا تھا۔ اس کہانی میں تو بس دوہی کردار تھے۔ پھر یہ تیسرا کردار کب دبے پاؤں آیا تھا اور عرفات بیگ کے ارمانوں پر ایسے شب خون مارا کہ وہ کھڑے کھڑے لحد میں اُتر گیا۔ وہ کس دل کے ساتھ وہاں سے آیا تھا۔ یہ اس کا خدا ہی جانتا تھا۔

انسان لٹ جائے تو صبر آتا ہے۔ محبت لٹ جائے تو آخری سانس تک یادیں ہانت کرتی رہتی ہیں۔

چلتے چلتے بے دھیانی میں وہ کسی سے ٹکرا کر زمین پر اوندھے منہ گرا

"ارے بھائی اعصاب پر ایسی بھی کیا دیوانگی چھائی ہے کہ سامنے کھڑا جیتا جا گتا انسان تک نظر نہیں آرہا؟"

اس نے جھک کر عرفات کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ جس کا رخ اب بھی زمین کی جانب تھا۔ وہ زمین کو یوں تک رہا تھا۔ جیسے کچھ کھونج رہا ہو۔

"لگتا ہے واقعی دیوانے ہو---"

اس شخص نے ہنس کر تبصرہ کیا تو عرفات نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔ وہ ہلیئے سے کوئی درویش لگ رہا تھا۔ چہرے پر نور، آنکھوں میں نرمی، ہونٹوں پر مسکراہٹ۔۔۔ اُس کا انداز بڑا دوستانہ تھا۔ اس شخص کا ہاتھ اب بھی اس کی جانب بڑھا ہوا تھا۔ اس نے کچھ سوچے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"محبت کے مارے ہو، کہاں جا رہے ہو۔"

وہ شخص بڑے مہذب اور شاستری انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔
 "ضروری تو نہیں ہر دُکھی انسان محبت میں مات کھایا ہوا ہو۔" وہ گلہ آمیز لمحے میں بولا
 "میں نے یہ بال لوگوں کو پڑھتے پڑھتے سفید کئے ہیں برخوردار۔۔۔ محبت کا مارا باقی
 دکھیاروں سے الگ نظر آتا ہے۔ کیونکہ محبت میں جب انسان کا دل ٹوٹتا ہے تو پھر وہ پہلے جیسا
 نہیں رہتا۔ سب کچھ بدل جاتا ہے۔ سوچ بھی، نظر بھی، انداز و اطوار بھی۔۔۔"

وہ شخص سادگی سے مسکرایا۔

"ایسا شخص بظاہر تو زندہ لگتا ہے مگر اندر سے فوت ہو جاتا ہے۔"

"واقعی تو پھر بتائیئے میں زندہ ہوں یا مر چکا ہوں۔۔۔؟"

وہ تلنی سے مسکرا یا۔

"زندہ شخص کی آنکھوں میں چمک ہوتی ہے۔۔۔ جبکہ تمہاری آنکھوں میں تو مجھے تمہارے عشق کی قبر نظر آتی ہے۔ بتاؤ کسے دنیا یا ہے ان آنکھوں میں"

عرفات لب بستگی سے اس شخص کو دیکھنے لگا۔ پھر وہی سڑک کنارے چبوترے پر تھک کر بیٹھ گیا۔ آج بہت دنوں بعد اُسے تھکاوٹ، دکھ، اذیت محسوس ہوئی تھی۔ مطلب وہ ابھی پوری طرح سے مرا نہیں تھا۔ کچھ زندگی اب بھی کہیں باقی تھی۔

"مردے کو تکلیف نہیں ہوتی، اس کا دل نہیں دکھتا جبکہ میرا دل اس اذیت سے پھٹا جا رہا ہے کہ وہ اب کسی اور کی محروم ہو گئی ہے۔ جس کو سوچنے کی خواہش بھی مجھ پر حرام ہے۔ مگر دل اب بھی چاہتا ہے کہ اُسے حاصل کر لے۔۔۔ چاہے راستہ جیسا بھی ہو۔ قیمت جو بھی ہو۔" وہ سامنے گزرتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"سوچ اور دل کا کیا ہے۔۔۔ دھیان بھٹکاؤ تو سوچ بدل جاتی ہے۔۔۔ سوچ بدل جائے تو دل بھی بھول جاتا ہے۔ یقین کرو اس دنیا میں کچھ بھی مشکل نہیں کوشش کرو گے تو اُس کی محبت بھی دل و دماغ سے نکل جائے گی۔۔۔"

لکھنا آسان تھا کہنا کہ اس کی محبت دل و دماغ سے نکل سکتی تھی۔ یہ تو اس کا دل جانتا تھا کہ وہ کتنی مدتوں تک اس کے دل و دماغ پر سوار رہنے والی تھی۔ جانان سبز واری محبت نہیں عرفات بیگ کا عشق تھی اور عشق کی انہما تو صرف موت ہے۔ کیا یہ قرار اُسے مرنے کے بعد ہی نصیب ہونا تھا۔

"کن سوچوں میں پڑگئے برخوردار؟"

اس شخص نے عرفات کو شانوں سے ہلایا تو اس نے اپنا زاویہ اس کی جانب موڑا۔۔۔
"کتنا آسان ہے کہنا کہ بھول جاؤ۔۔۔ مگر کیا واقعی کسی کو بھلا دینا اتنا آسان ہے؟ ہاں محض
کہنے کی حد تک ہی آسان ہے۔"

مرد اپنی محبت سے اتنی آسانی سے دستبردار نہیں ہوتا۔ عورت چند دن تک اپنی محبت کا سوگ
مناتی ہے پھر بھول جاتی ہے۔ لیکن مرد زندگی بھر اُس ایک عورت کی جدائی میں روتا رہتا
ہے۔ جسے اُس نے ٹوٹ کر چاہا ہو۔ چاہے اس سے بہتر ہی کیوں نہ مل ہو جائے۔ لیکن اُس
(کی جگہ بانٹنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ مرد کی محبت پائیدار ہوتی ہے۔ لمبے سے تک چلتی
ہے۔ اگر واقعی سچی ہو تو۔۔۔

"تمہیں معلوم ہے دنیا کا ہر غم انسان کو توڑتا ہے۔ بس ایک عشق ہی ایسا غم ہے۔ جو انسان
کو توڑ کر نئے سرے سے تشکیل دیتا ہے۔"

اُنہوں نے بہت پرجوشی سے اس کی پیٹ تھپتھپائی اور اس کے رد عمل کا انتظار کئے بغیر ہی
کھڑے ہو گئے۔ عرفات نے بھی اُنہیں پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ اُس زمین کو دیکھتا رہا جہاں وہ
توہڑی دیر پہلے گرا تھا۔ کچھ دیر گزری اور وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔۔۔ اٹھ کر زمین پر پھر سے
منہ کے بل خود کو گرا یا۔ بلکل اُسی جگہ جہاں وہ پہلے گرا تھا۔ بس فرق اتنا تھا کہ اب اُسے
سہارا دے کر اٹھانے کے لئے کوئی موجود نہیں تھا۔ اس نے زمین پر اپنی ہتھیلیاں جما کر خود
کو اٹھایا پھر دھول لگی ہتھیلیوں کو دیکھا۔ لکیریں دھول کے نیچے دب گئیں۔

عرفات نے زخمی انداز میں گردن اٹھا کر تاریک آسمان کی جانب دیکھا۔

"ٹھیک ہے جاناں تم نے میری محبت پر اس شخص کو فوپیت دی۔ میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ پلٹ کر تمہاری محبت کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ تم نے پتھر سمجھ کر مجھے ٹھکرایا ہے میں نے بھی خود کر تراش کر ہیرا نہ بنایا تو مجھے آخری دن تک تمہارا دیدار نصیب نہ ہو۔" عرفات بیگ نے اپنی راہ چن لی تھی۔



ستاروں سے بھری اس چمکیلی رات میں وہ کھلے آسمان کے نیچے کھڑا جاناں کو پالینے کی خوشی کو اپنے انگ میں محسوس کر رہا تھا۔ ذوالکفل کو یوں لگا۔ جیسے وہ وصال یار پا گیا ہے۔ اپنی چاہت پا گیا ہے۔ کھونے ہونے عشق کو پا گیا ہے۔ وہ اپنے نصیب پر مسکرا یا۔ اس کا دل آج پھر ویسے ہی دھڑک رہا تھا۔ جیسے جاناں کو پہلی بار دیکھ کر دھڑکا تھا۔

"اتنی رات کو ٹیرس میں کیا کر رہے ہو؟"

استفسار کرنے والی بینش تھیں۔ ذوالکفل نے بس پلٹ کر انہیں مسکراتی نظروں سے دیکھا تھا۔ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ آنکھوں کی چمک، ہونٹوں کی مسکراہٹ دل کے تمام بھید کھول رہی تھی۔

"مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ جان وہی لڑکی ہے۔۔۔ جسے تم پسند کرتے ہو؟"

وہ مصنوعی خفت سے بولیں۔

"آج تک اُسے نہیں بتا سکا۔۔۔ آپ کو کیسے بتاتا۔۔۔"

اس نے خجالت سے سر جھٹکا۔ چہرہ سرخ ہوا تھا۔

"سکندر کی اولاد ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔۔۔"

وہ اُسے تنگ کرنے کے موڑ میں تھیں۔

"تو بابا نے کونسا آپ سے اظہار محبت کیا تھا۔ انہوں نے بھی تو دادا جان کے فیصلے کے آگے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔"

بینش چونکی۔۔۔

"تمہیں یہ سب کس نے بتایا۔۔۔؟"

جو اباً اس نے کھسیاتے ہوئے کندھے اچکائے تھے۔

"بہت میسنے ہو تم ذوالکفل"

انہوں نے اس کے سر پر چپڑ لگائی۔

"اے پیٹھیں پیٹھیں"

اس نے پر جوشی سے ماں کو گلے لگا کر جھنجھوڑ دیا۔

"اُنففف ذول میری بوڑھی ہڈیوں کا چورا بنا کر دم لوگے کیا۔ جاؤ اب اپنی بیگم کے پاس۔۔۔ جان چھوڑو میری۔۔۔"

بینیش نے اُسے پچھے دھکا دیا تو وہ شرارت سے مسکرا یا۔ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے۔ اس نے کہا۔

"وہ کوئی مجرہ لگتی ہے۔ پورے دل سے مانگی ہوئی کوئی دعا، کوئی فریاد"

وہ جس بر جستگی سے بولا تھا۔ بینیش نے ذوالکفل کو بغور دیکھا۔ وہ انہیں گوڑے گوڑے جانان کی محبت میں ڈوبا ہوا نظر آیا۔

"اتنی محبت کرتے تھے تو میری ضد کے اگے ہتھیار کیوں ڈالے۔۔۔ تم ایک بار کہہ دیتے تو کم از کم تمہیں ذہنی اذیت تو نہ اٹھانی پڑتی۔ تمہاری خاموشی نے مجھے کتنا مضطرب کر دیا تھا معلوم ہے۔ ایک پل کے لئے تو میں خود بھی گھبرا گئی تھی۔۔۔"

"شاید سب کچھ ایسے ہی ہونا تھا۔ اُسے مجھ تک پہچانے کے لئے اللہ نے میرے لئے صبر کا راستہ منتخب کیا تھا۔ وہ مجھے مشکل راستے پر چل کر ہی ملتی امی۔ وہ بہت خاص ہے امی۔۔۔ وہ آسانی سے مجھے مل بھی نہیں سکتی تھی۔ مل جاتی تو شاید قدر نہیں ہوتی۔ اب مل گئی ہے تو یقین نہیں آرہا۔"

وہ تنکر نگاہوں سے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ وہ جو محسوس کر رہا تھا۔ لفظوں میں اتنا بیان نہیں کر پا رہا تھا۔ مگر بینیش اس کے ہر احساس کو بخوبی سمجھ رہی تھیں۔ محسوس کر رہی تھیں۔

"جب انسان پورے یقین کے ساتھ صبر کرتا ہے تو رب معاجزے کرتا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔۔۔ جب تم نے نکاح کی بات کی تھی نہ ذول میں تب ہی سب کچھ سمجھ گئی تھی۔ لمحہ بھر کے لئے جیران بھی ہوئی تھی۔ خیر تمہاری گلے ہوئے کیلے جیسی شکل دیکھ کر کچھ کچھ شک

تو مجھے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ ورنہ میری بلی مجھے میاؤں کرے۔۔۔ ناممکن۔۔۔ انسان محض پیار میں ہی اتنا باغی ہو سکتا ہے۔"

اُنہوں نے ایک بے نیاز اچھتی نظر اس پر ڈالی۔

"کان پکڑ کر معزرت۔۔۔"

اس نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگایا تو ان کے کندھے ڈھلکے۔۔۔

"ویسے معزرت کے ساتھ ہاتھ پکڑ کر شکریہ بھی ادا کرو میرا۔۔۔ اندھیرے میں ہی سہی میرا تیر لگا بلکل نشانے پر ہے۔"

وہ اٹھلا کر بولیں۔۔۔ ذوالکفل نے دانتوں کی نمائش کی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔ شاید میں اُسے کبھی اپنے دل کی بات نہیں بتا پاتا۔ بس دور سے چوروں کی طرح اُسے اسٹاک کرتا ہی رہ جاتا مگر شکر میری فرمابرداری کام آگئی۔ بابا ٹھیک کہتے تھے۔ پسندیدہ عورت کو خوش رکھنے سے گھر میں برکت رہتی ہے۔"

اس نے شرارت سے آنکھ ماری۔۔۔

"اب اپنے مبارک منہ سے بتانا پسند کرو گے کہ وہ تمہیں کب، کیسے اور کہاں ملی تھی۔؟"

وہ منتظر نگاہوں سے ذوالکفل کو دیکھ کر چکیں۔ اس نے لب آپس میں ملاتے ہوئے تمہید باندھی۔

وہ رات تمقوں سے بھی رات تھی۔ جب ذوالکفل نے پہلی بار چاند کو فلک سے زمین پر اُترتے دیکھا تھا۔

کراچی کے معروف و مشہور ہوٹل بیچ لگنڈری میں آج لوگوں کی الگ گھما گھمی لگی ہوئی تھی۔

وہ اندر ڈائنسنگ ہال میں بیٹھا اپنے اسکول کے دوستوں کا انتظار کر رہا تھا۔ وقتاً فوقتاً اس کی نظر شیشے کے دروازے کی جانب اٹھتی تھی۔ جس کے پار گارڈن ایریا میں روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔ لوگ، میڈیا اور فلیش لائسنس کی زد میں سب مشغول نظر آرہے تھے۔ باہر جتنا شور تھا۔ اندر اتنی ہی خاموشی اور پرسکونی تھی۔

وہ تقریباً پون گھنٹے سے وہاں انتظار کر رہا تھا۔

وہ بیٹھے بیٹھے اکتا ہے کاشکار ہوا تو ذوالکفل ہوا کھوری کے لئے باہر نکل آیا۔ باہر آتے ہی لوگوں کے جم غیر سے اٹھتا شور یکدم اس کی سماںتوں سے ٹکرایا تھا۔ بڑے اسپیکرز پر مردانہ کبھی زنانہ آواز گونج رہی تھی۔ اس نے اپنا رخ سمندر کی جانب موڑ لیا۔ وہ استیج کے بلکل پچھے کچھ فاصلے پر سبز پتوں کی کیاری کے سامنے اندھیرے میں کھڑا تھا۔

"مس جانان آپ صرف کرامم تھر لر کیوں لکھتی ہیں؟"

کسی مرد نے سوال کیا تھا۔

"کیونکہ مجھے کرداروں کو مارنا پسند ہے۔"

اس صنف نازک کے جواب پر لاپرواہی سے سمندر کو گھورتے ہوئے ذوالکفل کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ وہی شکلی پولیس آفیسر والا انداز تھا۔

"آپ نے اب تک تین ناولز لکھے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی ایک کی بھی ہمپی اینڈنگ نہیں۔۔۔ ایسا کیوں؟"

دونوں ہاتھ جیز کی پاکٹ میں مقید کئے۔ وہ اُس آواز کی جانب پوری طرح متوجہ ہوا۔

"مجھے ہمپی اینڈنگر پسند نہیں، ہمپی اینڈنگر کافی بورنگ ہوتی ہیں۔ آئی جست لو ٹریجڈیز۔۔۔ مجھے اچھا لگتا ہے۔ جب دو پیار کرنے والے بچھڑ جاتے ہیں۔"

اس لڑکی کا جواب سن کر ذوالکفل کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ اس نے پلٹ کر اسٹیچ کی پشت کو دیکھا۔ جس کے ارد گرد سے روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔ تالیوں کا شور اور چہ مگوئیاں سنائی دے رہی تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"محبت؟"

"محبت میرا جائز نہیں"

میڈیا کے اگلے سوال پر اسپیکر پہ ایک بار پھر اُس صنف نازک کی آواز گونجی تھی۔ جو اس قدر بے باکی سے جواب دے رہی تھی کہ اس کے دل میں اس دو شیزہ کو دیکھنے کی خواہش جاگی۔ ذوالکفل نے اپنی خواہش کی تکمیل کے حصول میں اندھروں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے۔ ہرے سبزے پر قدم رکھا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ مگر ذوالکفل لمبے ڈگ بھرتا عقب سے نکل کر سامنے آیا۔ تیز روشنی اس کے چہرے سے ٹکرائی۔ وہاں ارد گرد کافی لوگ کھڑے تھے۔ وہ

ان کے درمیان سے راستہ بناتا تھوڑا اور آگے آیا۔ یہاں تک کہ اُس لڑکی کا وجود واضح ہو گیا۔ وہ سامنے بیٹھی تھی۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر کسی ملکہ کی طرح شان سے گردن کڑا کر سر اٹھا کر !!!!

ذوالکفل نے اُسے دیکھا۔ سر سے پاؤں تک ٹھہر ٹھہر کر دیکھا۔

ذوالکفل کی دھڑکنوں میں طلاطم سا اُترا تھا۔ بے ترتیبی سی ابھری تھی۔ ہلچل سی مچی تھی۔ وہ ہرے سبزے پر کھڑا پگھلتی رات اودھ کو دیکھتا لمحہ بھر کے لئے اپنے آپ سے غافل ہوا تھا۔ جاناں نے چہرے پر جھولتی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑسا اور ذوالکفل نے ایک ایک عمل کو بڑے غور سے دیکھا۔ اس کی گردش ایام گھم چکی تھی۔ ذوالکفل سکندر خان اس کے ناز و انداز کی دل فربی کو محسوس کرتے ہوئے واقعی اپنی ذات سے لاپتہ ہو گیا تھا۔

وہ ہر سوال کا بڑی حاضر دماغی سے جواب دے رہی تھی۔ اس کی پُر اعتمادی بے مثال تھی۔ اس کا عورا بہت مضبوط تھا۔ وہ پورا کا پورا مبہوت ہوا۔ جاناں کی ایک سرسری سی نظر اس ہجوم کی جانب اٹھی۔ جس میں وہ کھڑا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں کے سحر میں گرفتار ہوا۔ اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اپنی دھڑکنوں کو سنا۔ بے حد غور سے سنا۔ وہاں احساسات کی لپکار مچی تھی۔ جو باہر تک سنائی دے رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید بے اختیار ہوتا۔ اس کا موبائل نج اٹھا۔ شاید اس کے دوست آگئے تھے۔

وہ بربی طرح بد مزہ ہوا۔ دل تھا کہ جانے کو تیار نہیں ہو رہا تھا۔ آنکھیں تھیں جو بار بار اُسی سست اٹھتی تھیں۔ وہ تب تک مڑ مڑ کر اُسے دیکھتا رہا۔ جب تک جاناں اس کی نظرؤں سے او جھل نہیں ہو گئی۔ اس رات کے بعد ذوالکفل کی زندگی میں کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔ برسوں سے ویران پڑا دل کا شہر یکدم ہی آباد ہو گیا تھا۔ سب کچھ جلترنگ ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس مقصد کو بھی بھول گیا تھا۔ جس وجہ سے وہ یہاں آیا تھا۔

جانان کے نزدیک رہنے کا، اُسے محسوس کرنے کا، اُسے دیکھنے کا کوئی بھی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ مانو اپنی مصروفیات سے گھری زندگی میں وہ جاناں سبزداری کے لئے پورے دل سے وقت نکالتا تھا۔ اگر اُس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اُسے گھنٹوں اُس کی گلی میں کھڑے رہنا پڑتا تو وہ کھڑا رہتا۔ وہ جب کھڑکی کے سامنے اپنے اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھ کر لکھتی تو وہ بے اختیار، بنارکے، بناتھکے اُسے گھنٹوں دیکھتا رہتا۔ وہ کبھی چہرہ اپنی ہتھیلیوں پر گرتی، کبھی تھک کر زیچ ہو جاتی تو وہ معنی خیزی سے مسکراتا۔

وہ جب اس کے لکھے ہوئے نوٹ پڑھ کر لب بھینچ لیتی تو وہ اس کے نرم گرم تاثرات دیکھ کر محظوظ ہوتا۔

صرف ایک شخص کے آجائے سے زندگی اتنی حسین لگنے لگتی ہے۔ اگر اُسے اندازہ ہوتا تو وہ بہت پہلے ہی جاناں کو اپنی زندگی میں شامل کر لیتا۔ وہ جانتا تھا۔ وہ جو کر رہا ہے غیر قانونی ہے۔ کسی کو اسٹاک کرنا۔ بن بتائے اس کے دن رات کی خبر رکھنا غلط تھا۔ مگر جو جذبات وہ جاناں کے لئے رکھنے لگا تھا۔ وہ بہت خالص تھے۔ وہ لڑکی اس کے لئے بہت اہمیت رکھنے لگی

تھی۔ اس کے لئے ذوالکفل کو صحیح اور غلط کی حدود کو بھی پار کرنا پڑتا تو وہ خوشی خوشی تھی۔ اس کے لئے ذوالکفل کو صحیح اور غلط کی حدود کو بھی پار کرنا پڑتا تو وہ خوشی خوشی تھی۔ کر لیتا۔

پچھے لگنڈری میں ہوئی یک طرفہ ملاقات کا اثر ابھی مکمل طور پر زائل بھی نہیں ہوا تھا۔ جب جانان اُس روز اُسے مارت میں پھر نظر آگئی۔ رو برو، آمنے سامنے، چند قدموں کے فاصلے پر۔۔۔ یہ پہلی بار تھا۔ جب اس نے سرسری سا ہی سہی مگر ذوالکفل کو نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔ خفگی سے ہی سہی مگر اس سے بات کی تھی۔ جانان تو وہاں سے چلی گئی تھی۔ لیکن وہ اگلے کئی گھنٹوں تک اس کی نگاہوں کا ظلم، اس کے لفظوں کے تیر اپنے دل پر محسوس کرتا رہا تھا۔ اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ایک انجان لڑکی کے لئے وہ کیوں اور کیسے اتنا بے اختیار ہوتا جا رہا ہے۔

"اچھا تجھی میں بولوں کر اپنی آتے ہی تمہارے دل میں اپنے دوستوں کے لئے ایسی کونسی محبت جاگ گئی کہ ماں کو دینے کے لئے تمہارے پاس وقت ہی نہیں بچا۔ اب پتا چلا ڈی ایس پی صاحب اپنی محبوبہ کی گلی میں رات رات بھر پھر ادیتے تھے۔ توبہ توبہ ذول عشق معشوقی میں تم تو اپنے بابا سے بھی دس قدم آگے نکلے۔"

اُنکا ارادہ ذوالکفل کو شرمندہ کرنے کا تھا مگر آج مقابل پر کسی بھی طرز کا اثر نہیں ہونے والا تھا۔

"بس بس زیادہ نظر لگانے کی ضرورت نہیں ہے بیش بیکم، ابھی تو موقع ہاتھ آیا ہے عاشقی جتنے کا۔۔۔ میں تو زن مریدی کے تمام ریکارڈ توڑ دوں گا۔"

وہ دونوں بانہیں ہوا میں لہراتے ہوئے زور سے بولا۔ پر جو شی اس کے ناک، منہ، آنکھ، کان ہر اعضاء سے اُبل رہی تھی۔ بینیش خجل ہوئیں۔

"اللہ اللہ خیر سے اللہ"

وہ بیٹی کی بے باکی پر کانوں کو ہاتھ لگاتیں اندر چلی گئیں۔

ذوالکفل نے ہنستے ہوئے گردن اٹھا کر ایک بار پھر آسمان کو دیکھا۔ ایک پل کے لئے کچھ خیالوں نے سر اٹھایا۔ اُسے وہ رات یاد آئی۔ جب وہ اتفاقاً سڑک پر عرفات اور جاناں سے ٹکرایا تھا۔ یہ دوسری ایسی ملاقات تھی۔ جب وہ دونوں رو برو ہوئے تھے۔ جاناں نے اُسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک نمودار ہوئی تھی۔ لیکن اگلے ہی پل وہ چمک خفگی میں بدل گئی تھی۔ اس روز اُسے جاناں کے ملنے سے زیادہ عرفات کی موجودگی نے مضطرب کیا تھا۔

وہ عرفات کے جاناں سے مسلک احساسات بھانپ گیا تھا۔ بلکہ اُسے تو شدید حیرت ہوئی تھی کہ جاناں عرفات بیگ کی کزن تھی، وہی کزن جس کے لئے عرفات داور سے بھڑک گیا تھا۔ عرفات اُسے پہلی نظر میں جتنا عجیب لگا تھا۔ دوسری نظر میں اس سے کہیں زیادہ بُرا لگا تھا۔ مگر جاناں کی نگاہوں میں عرفات کے لئے سرد مہری دیکھ کر اُسے کچھ ڈھارس ہوئی تھی۔ دل کو کچھ آرام آیا تھا۔ مگر بے چین رہنے کے لئے اتنی وجہ کافی تھی کہ وہ ذوالکفل کے احساسات سے ناواقف تھی۔ بلکہ ذوالکفل تو اس کی زندگی میں کہیں تھا ہی نہیں۔۔۔ نہ خیالوں میں، نہ زندگی میں۔۔۔!!!!

پھر بیش سکندر کی ضد کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے بعد وہ نامعلوم سی ایگز سٹنس بھی جانان کی زندگی سے غائب ہو گئی تھی۔ نہ اقرار ہوانہ راز کھلے اور ذوالکفل کی زندگی میں باب محبت بند ہو گیا۔۔۔

مگر ایسا ہوتے سناء ہے کہ کبھی کبھی زندگی آپ سے کچھ لیکر اس سے کہیں زیادہ قیمتی دے دیتی ہے۔ قسمت نے ذوالکفل کو جانان دے دی تھی۔ وہ اتنے خوبصورت انداز میں عطا کی گئی تھی کہ اعتبار کرنا مشکل تھا۔

ذوالکفل کے جیب میں موجود فون کی گھنٹی بجی۔۔۔ وہ چونک کر اپنے خیالات کی دنیا سے باہر آیا۔ اسکرین پر جانان کا پیغام چمک رہا تھا۔ وہ مسکرا یا۔

چاند کی جما دینے والی روشنی میں جانان کے کمرے کی کھڑکی آب و تاب سے چمک رہی تھی۔ کھڑکی سے اندر جھانک کر دیکھو تو جانان بستر پر پاؤں سمیٹ کر بیٹھی تھی۔ پورے کمرے میں خاموشی کا راج تھا۔ وہ غصے سے موبائل پر میسح ٹائپ کر رہی تھی۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں آج جو حرکت آپ نے کی، اس کا مطلب کیا ہے؟"

پیغام بھیجے چند سینٹز بھی نہیں گزرے تھے۔ اگلے ہی لمحے جواب آیا۔

"اسلام و علیکم" ساتھ ایک مسکراتا ایجو جی بھی تھا۔

"میری بات کا جواب دیں۔۔۔"

اخلاق تو جانان کو دور سے بھی چھو کر نہیں گزرتا تھا۔
"یہی کہ میں زندگی بھر کے لئے آپ کی ہر بات کے جواب میں) جی (کہنے کے لئے پورے دل سے راضی ہوں۔"

آگے سے لال دل کے ساتھ جواب آیا۔ جانان کے سر پر لگی تلوؤں پر بُجھی---
"اس کا مطلب آپ کی ہر بات شروع سے جھوٹ تھی۔ آپ اس شادی سے ناخوش ہونے کا ناٹک کر رہے تھے۔ مجھ پر یہ تاثر ڈالنا چاہتے تھے کہ ذوالکفل سکندر خان ایک سخت لونڈا ہے--"

ماتھے پر ڈھیروں بل، آنکھوں میں غصہ لئے وہ پوری تڑپڑاہٹ کے ساتھ فائز کر رہی تھی۔
"اس میں بھی آپ کا قصور ہے بیگم--- میں پچھل گیا۔"
مقابل بھی باز نہ آنے والوں میں سے تھا۔ پیدائشی ڈھیٹ
"شٹ اپ ڈونٹ کال می بیگم"

"اوکے بیگم"

رن مریدی تو اس کے خون میں تھی۔

"آپ غلطی سے بھی میرے سامنے مت آئیے گا---"

"کیوں مجھے دیکھ کر دل بے قابو ہو جاتا ہے---؟"

ٹھک ٹھک ٹھک جوابی فائر ہو رہے تھے۔ محبت کی جنگ عظیم چھڑ چکی تھی۔

"بھاڑ میں جائیں آپ"

"ٹھیک ہے میں گھر کی نیم پلیٹ پر خان ہاؤس کی جگہ بھاڑ لکھوا دیتا ہوں کیونکہ آپ نے آنا تو
میرے گھر میں ہی ہے۔۔۔"

جانان نے غصے سے لب کاٹتے ہوئے فون تکیہ کے نیچے ڈال دیا اور منہ پر ہاتھ رکھ کر چینی کہ
آواز گلے میں ہی دب گئی۔ وہ اس کی سوچ سے زیادہ ڈھینٹ اور بد تمیز ثابت ہوا تھا۔ اس نے
غضے سے منتظر سی نگاہ داخلی دروازے پر ڈالی۔ جسے وہ دانستہ طور پر کھلا چھوڑ آئی تھی۔

ایک پر غصہ نکال چکی تھی۔ دوسری ابھی باہر موجود تھیں۔ اس نے کان لگا کر زریمنہ کے
قدموں کی آہٹ کو سنال۔ آہٹ بتدر تج بڑھ رہی تھی۔ مطلب وہ اوھر ہی آرہی تھیں۔ اس
نے نظریں دوسری جانب موڑ لیں اور فوراً سے چہرے پر برہمی لے آئی۔

زریمنہ نے کھلے دروازے سے ہلاکسا سر اندر کر کے جاناں کو دیکھا۔ جو جنگ کی مکمل تیاری کئے
بیٹھی تھی۔ انہوں نے گھری سانس لیکر دروازہ پورا کھول دیا۔ اور اجڑ کمرے کو ضبط سے
دیکھا۔ ہر چیز بکھری ہوئی تھی۔ منگنی کا جوڑا ایک طرف پڑا تھا۔ سینڈلز دوسری
طرف۔۔۔ فرش اور بستر پر چوڑیاں بکھری تھیں۔ جیولری تو نظر ہی نہیں آرہی تھی۔ شاید
کچھرے کے ڈبے کو بطور سلامی چڑھا دی گئی تھیں۔

زریمنہ سبزواری بھی کمر کس کر "کل کرو سو آج کرو، آج کرو سو ابھی" کی مصدقاق کے تحت
کمرے میں داخل ہو گئیں اور خود ہی گفتگو کا آغاز کر دیا۔

"آج کی تقریب اچھی تھی نہ جان؟"

جانان نے خفا تاثرات سے بچے چہرے کو کچھ اور موڑا۔ غصہ پورے جوبن پر تھا۔
اور آج تم پیاری بھی بہت لگ رہی تھی۔"

انہوں نے جھک کر پیروں میں پڑی میکسی اٹھاتے ہوئے کہا اور طائرانہ نگاہوں سے دوپٹہ تلاش کرنے لگیں۔ جو بستر پر تھا۔ جس پر جاناں بیٹھی تھی۔ پہلے سوچا کہ جاناں کو مخاطب کرے پھر ارادہ ترک کرتے ہوئے۔ خالی میکسی ہینگر میں لٹکائی اور بنا ڈوپٹے کے ہی الماری میں لٹکا دی۔
کمرے میں عجیب سی ٹینشن پھیلی ہوئی تھی۔ انہیں جاناں کی پہاڑ جیسی خاموشی نے حیران کیا۔

"ویسے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ذوالکفل نکاح کی خواہش کر دے گا۔"

انہوں نے خود ہی کریدا۔ جاناں نے برہم مگر خاموش نگاہوں سے زریمنہ کو دیکھا۔ جیسے جتنا رہی ہو کہ اُسے ان کی بات پر ایک قطرہ اعتبار نہیں۔

"قسم سے، مجھے واقعی معلوم نہیں تھا۔"

ان کی آنکھیں معصومیت سے ڈبڈائیں۔ جاناں کے لب بھنج گئے۔ اس نے پھر سے رخ دوسری جانب موڑ لیا تھا۔

"میری کیا غلطی ہے جان۔"

وہ سینڈلز کو ترتیب سے ڈبے میں رکھتے ہوئے بول رہی تھیں۔ جاناں کی خاموشی سے مضطرب ہو کر قریب آئیں۔

"تم مجھ سے لڑ لو مگر اس طرح مجھے خاموشی کی مار مت مارو۔۔۔"

اس کے دونوں ہاتھوں کو زبردستی اپنے ہاتھوں میں لے کر پیار اور نرمی سے دباتے ہوئے کہا۔
جانان نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اب کیا فائدہ لڑائی کا؟؟؟"

اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔ تکان زده ۔۔۔!!

"آپ کی ایمو شنل بلیک میلنگ کے دباؤ میں آکر میں نے جذباتی ہو کر ہاں کر دی۔ آپ نے
اچھا نہیں کیا۔ پوری دنیا میں آپ کو اپنے شوہر کا بھانجہ ہی ملا تھا میرے لئے؟؟؟"
"میں نے تو تمہیں اپنے بھانجے کا بھی آپشن دیا تھا۔۔۔ مگر تمہیں تو وہ بھی قبول نہیں تھا۔"
اُنہوں نے معصومیت سے شانے اچکائے۔

"آگ لگے دنیا بھر کے بھانجوں کو زندگی اجیرن کر دی ہے، ان سر درد بھانجوں نے۔۔۔ "غصے
اور بیزاری سے دانت چکچاپائے۔

"نکاح ہی تو ہوا ہے کونسا رخصت کر دیا ہے میں نے تمہیں۔۔۔" وہ اب بستر سمیٹ رہی
تھیں۔

"آپ کا بس چلتا تو اپنی نند کے لڑکے کے ساتھ رخصت بھی کر دیتیں۔۔۔"

اس نے ہنکارا بھرا۔۔۔

"نند کا لڑکا؟"

اُنہوں نے تعجب سے جاناں کو دیکھا۔

"اپنے شوہر کا ذکر اس طرح سے کرو گی تم؟"

جانان نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"تو کس طرح ذکر کروں اُس دوغلے، دو نمبر اور پلٹو انسان کا"

تکیے کے نیچے دبافون پھر سے بجا۔۔۔ مگر دونوں نے نظر انداز کر دیا۔

"اللہ جاناں کتنی بد تیزی سے بات کر رہی ہو۔۔۔ شوہر والی عورتوں کو اس طرح سے بات نہیں کرنی چاہئے۔ تیز اور طریقے سے بات کرنی چاہئے۔"

اُنہوں نے افسوس سے سر نفی میں ہلا�ا۔ یہ جو راتوں رات وہ جاناں سے شوہر والی بنا دی گئی تھی۔ یہ تبدیلی اُسے بلکل بھی ہضم نہیں ہو پا رہی تھی۔

"امی یہ شوہر والی کیا ہوتا ہے؟ نکاح کیا ہے۔۔۔ اُسے گود نہیں لیا ہے۔ "وہ زج ہوئی۔

"میں کھینچ کر تھپڑ ماروں گی تمہیں جان اب اگر تم نے ذوالکفل کو اسے اُسے کر کے مخاطب کیا تو۔۔۔"

اُنہوں نے برہمی سے کہا۔

"آپ تو اُس کے لئے مجھے ایسے ڈانٹ رہی ہیں۔ جیسے وہ دادا نہیں آپ کا سگا بیٹا ہو اور میں آپ کی بہو۔۔۔"

اس کے شکوئے پر زریمنہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلنے۔ چادر کا سرا موڑ کر اندر کرتے ہوئے۔ وہ وہی بیٹھ گئیں۔

"بیٹیوں کے شوہر بیٹیوں سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں کیونکہ ان کے پاس ہماری سب سے قیمتی متاعیں ہوتی ہیں۔ بیٹیاں شکوہ کرتی ہیں کہ شادی کے بعد ان کی مائیں۔ ان سے زیادہ ان کے شوہروں کو کیوں چاہنے لگتی ہیں۔ اگر وہ اس چاہت میں چھپا غرض سمجھ جائیں تو کبھی اپنی ماوں سے یہ شکوہ نہ کریں۔"

بینش کی آنکھیں نمی سے چمک رہی تھیں۔ جاناں کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اس نے سر جھٹکا۔

"ایک تو ہر بات کا بڑا معقول جواب ہوتا ہے آپ کے پاس-----"
وہ منمنائی۔ وجود پر آج کی تھکاوٹ کا اس قدر بوجھ تھا کہ لڑائی بھی نہیں ہو پا رہی تھی۔
زریمنہ معنی خیزی سے مسکراہیں۔ باقتوں باقتوں میں کمرہ سمت چکا تھا۔ وہ بستر کی دوسری جانب لیٹ گئیں اور جاناں کو بازوں سے نزدیک کھینچا۔ ہلکی سی مزاحمت کے بعد اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور زریمنہ کے ہاتھ پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"میں آج بہت خوش ہوں جان---"

ہلکی سی سر گوشی کرتے ہوئے۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اس کے خوبصورت گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

(مگر میں بہت ناخوش ہوں امی)

جانان نے اپنی آواز سینے میں دبائی۔ تھکن حاوی ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ "ذوالکفل تمہیں بہت چاہتا ہے۔ مجھے معلوم ہے تم اس بات پر یقین نہیں کرو گی لیکن میں نے دیکھا ہے۔۔۔ اور میری نظر دھو کہ نہیں کھا سکتی۔"

اس کی نیند سے بھاری پلکیں لرزیں۔ زرینہ کے الفاظ گڈمڈ ہو رہے تھے۔

"عورت اللہ کی سب سے آسان مخلوق ہے۔ اس کی چاہت، اس کی خواہش، اس کی ضد، اس کا غصہ، اس کی تمام مشکلیں۔۔۔ لفظ محبت پر آکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اُسے محبت مل جائے تو دنیا کی ہر کامیابی، ہر بحث، ہر لڑائی اس کے لئے بے معنی ہو جاتی ہے۔ سب کچھ پیچھے چھوٹ جاتا ہے۔"

اس لمحے زرینہ کی آواز بھیگنے لگی مگر ان کے ہونٹوں پر ایک پرسکون سی مسکراہٹ تھی۔

"جس سے میں نے محبت کی مجھے وہ شخص نہیں ملا اور جو ملا اس نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی۔۔۔"

ان کی انگلیاں اب بھی جاناں کے بالوں میں روائی تھیں۔ آنسو کے قطرے پلکوں سے ٹوٹ کر ان کے رخسار بھگونے لگے۔

"مگر اب میرے دل پر کسی دکھ کا بوجھ نہیں کیونکہ جو مجھے نہیں ملا وہ تمہیں ملے گا۔ تمہیں محبت ملے گی۔ وہ محبت جس کی تم قادر ہو۔"

اُنہوں نے ہلکا سا سر اٹھا کر دیکھا جانان نیند کی وادیوں میں اُتر چکی تھی۔ زرینہ نے اس کی پیشانی کو چوما۔ اس کے چہرے کے خدو خال کتنے خوبصورت تھے۔ ان کی گرفت بیٹی پر مزید مضبوط ہوئی۔ جدائی کے دن قریب تھے۔ یہ بات وہ بھانپ گئی تھیں۔ لیکن اب دل میں کوئی خوف، کوئی خدشہ نہیں تھا۔ وہ آج ہر بوجھ سے بری الزمہ ہو چکی تھیں۔



پارکنگ لاط میں بہت سی گاڑیاں ایک قطار میں کھڑی تھیں۔ ریم فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ بات کرتے ہوئے اس نے کلچ میں ہاتھ ڈال کر گاڑی کی چابی نکالی اور بٹن دبایا۔ ٹھک کی آواز کے ساتھ اس کی گاڑی کا دروازہ ان لاک ہوا۔ وہ اوپھی ہیلز پر چلتی جلدی جلدی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جب کسی نے اُسے کلائی سے تھام کر اپنے نزدیک کھینچا تھا۔ وہ ہلکی سی چیخ مار کر کٹی ڈور کی طرح مقابل کے شانوں سے ٹکرائی۔ اس کا فون چھوٹ کر زمین پر گر گیا تھا۔ وہ اس افتاد پر ہلکی بکی رہ گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے جان بوجھ کر اگنور کر رہی ہو---؟؟"

وہ ریم کو گاڑی کے دروازے سے لگاتے ہوئے نزدیک آیا۔ اس نے گنگ ہوتی نگاہوں سے مقابل کو دیکھا۔ جو اُسے اپنے بازوؤں کے پنجھرے میں مقید کئے، اس کے سامنے اپنے پورے قد کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ جنید تھا۔

"ایسا نہیں ہے---۔ میں بس تھوڑی مصروف تھی۔"

وہ تذبذب سے بولی لیکن جنید کو تسلی نہیں ہوئی۔ وہ اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتے ہوئے بولا۔

"اتنی محبت تم نے سلمان سے نہیں کی ریم جتنی میں تم سے کرتا ہوں---"

ریم کا وجود زنجیر ہوا۔ وہ اُسے اچنبھے سے دیکھ رہی تھی۔ شدید حیرت اور بے یقین سے۔۔۔ اُسے پندرہ منزلہ یہ عمارت زور سے لرزتی اور پھر اسی شدت سے اپنے سر پر ڈھیتی محسوس ہوئی۔

"اور تمہاری محبت مجھے اس مقام تک لے آئی ہے کہ"

وہ پل بھر کے لئے رکا۔۔۔ ریم کی گنگ اور بے قرار نگاہوں میں استفسار اُترا۔

"میں کسی کو بھی مار سکتا ہوں اور خود مر بھی سکتا ہوں۔"

اس کی آنکھوں میں جنون تھا۔ ریم کا دل ٹھہر گیا۔ اس نے جنید کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر مقابل نے اس کی کوشش کو ناکام کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔

"کوئی بھی شخص۔۔۔ کوئی بھی۔۔۔"

اس نے لفظوں پر زور دیا۔ آنکھوں میں شدت بڑھ گئی۔ گرفت کچھ اور مضبوط ہوئی۔ ریم کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگیں۔

"تمہیں مجھ سے چھین نہیں سکتا۔۔۔ اور اگر کسی نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو میں اس کوشش کو ناکام کرنے کے لئے ہر حد تک جاؤں گا۔۔۔ ہر حد تک--"

اس نے ریم کے سرخ صبح چہرے کو اپنی ہتھیلوں میں بھر کر اتنے یقین سے کہا کہ ریم کی سماں عتیں اس کے لفظوں کی گرمائش سے پکھلنے لگیں۔ دل ریزہ ریزہ ہو گیا۔ وہ کیوں اس سے بھاگ رہی تھی۔ خود سے سوال کرنے پر بھی اُسے جواب نہیں ملا تھا۔ اُسے جنید کے ساتھ کی گئی بے رخی پر ملال ہوا۔ بے حد ملال۔۔۔

"ج۔۔۔ جنید میں۔۔۔"

ذہن خالی ہو گیا۔ نہ لفظ رہے تھے نہ جملے بن رہے تھے۔ اُسے کشمکش میں مبتلا دیکھ کر جنید نے اس کے لرزتے لبوں پر انگلی رکھ کر اُسے ہر وضاحت سے سبکدوش کر دیا۔

"کچھ مت بولو۔۔۔ تم سے وضاحت مانگوں اتنی میری اوقات نہیں۔۔۔"

اس نے تند مزاجی سے اس کے چہرے پر بکھری لٹوں کو چھوا۔ وہ اس عورت سے وضاحت کیسے مانگ سکتا تھا۔ جسے وہ ٹوٹ کر چاہئے کا دعویٰ کرتا تھا۔

"تم نے ایک عرصہ مجھے نظر انداز کیا ہے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں۔۔۔ BEING ONE"

وہ نرمی سے مسکرا یا۔ اُسے کچھ یاد آیا تھا۔

"تم مجھے الزام دے رہے ہو؟"

اس نے نمی زدہ آنکھوں سے سوال کیا اور اس کی آنکھوں میں جو تاثر ابھرا تھا۔ اس تاثر کو بار بار دیکھنے کے لئے جنید گیلانی کو زندگی بھر اس کی راہ تکنی پڑتی تو وہ خوشی خوشی تکتا۔ اگر اپنا دل نکال کر اس کے قدموں میں رکھنا پڑتا تو وہ سوال نہیں کرتا۔۔۔ تعییل کرتا۔

"میری اتنی مجال کہ میں تمہیں الزام دے سکوں؟"

ریم نے پلکیں جھکا دیں۔ دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ آواز کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔ ایک پل کو وہ سب بھول گئی۔

"تم زندگی بھر کے لئے مجھے نظر انداز کر کے دیکھ لو میری محبت میں رتی بھر بھی کمی نہیں آئے گی---"

وہ اپنی سیاہ آنکھیں اس کی آنکھوں پر جمائے کسی جادو کے زیر اثر بولا تھا۔
"خوشی کے پل نازک ہوتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔۔۔ ایسے نازک پلوں میں بڑے بڑے دعوے نہیں کرنے چاہئے جنید"

اس کی آواز مدھم تھی مگر جنید تک پہنچ گئی تھی۔
"اگر میرا کوئی بھی دعویٰ جھوٹا نکلے۔۔۔ تو تمہیں حق دیتا ہوں۔ میری جان لے لینا۔۔۔ سوال مت کرنا، جواب مت سننا۔ تم پر جنید گیلانی کی سانسیں قربان۔"

ریم نے لمح بھر کے لئے اپنی دھڑکنیں روک لیں۔ کرب و جوار میں ٹھنڈی پھوار پڑتی محسوس ہوئی۔ ایسی ٹھنڈک جو وجود کو ناگوار نہیں لگ رہی تھی۔

ضبط کی مالا ٹوٹنے لگی۔۔۔ کیا ششدرا لمحہ تھا۔ دل بغاوت کرنے لگا۔ ریم نے بہت آہستگی سے اس کے سینے پر ہتھیلیاں جمائیں اور شرماتے ہوئے اُسے پیچھے دھکیلنا۔۔۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوا تھا۔ شاید گر جاتا لیکن ریم نے بروقت اُسے ٹائی سے کپڑ کر آگے کو کھینچا۔ دونوں کے درمیان

چند سانسوں کا فاصلہ تھا۔ دونوں بروقت پیچھے ہوئے۔ ارد گرد مسکراہیں بکھر گئیں۔ اس نے قدم گاڑی کی جانب بڑھا دیئے اور جنید دم سادھے اُسے دیکھنے لگا۔ چلتے چلتے ایک دم سے اُس نے پلٹ کر جنید کو دیکھا۔ شرارت سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آبرو سے اشارہ کیا۔ اور ریم بیگ کی اس ادا نے جنید گیلانی کو سر سے پاؤں تک مبہوت کیا تھا۔

جنید معنی خیزی سے لب کاٹتا ہنسا تھا۔ دل کی دعا مستجاب ہو گئی تھی۔ اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ لبوں پر شدت بڑھ گئی۔ اس سے زیادہ بے قرار ہونے کا حق نہیں تھا۔ ورنہ وہ اُسے بتاتا۔ وہ عشق کی کن حدود کو توڑنے کی سکت رکھتا تھا۔



چھٹی کا دن تھا۔ ہاؤسنگ سوسائٹی کے اس درمیانے درجے کے بنگلے کے لاڈنگ کی بڑی سی کھڑکی دھوپ سے چمک رہی تھی۔ شیشہ آئندہ بنالان کا عکس دکھارا رہا تھا۔ کھڑکی سے چہرہ لگا کر دیکھو تو وہ سفید رنگ کے کلف زدہ شلوار قمیض میں نک سک سا تیار جلدی جلدی زینے اُتر رہا تھا۔ بالوں کو سیقے سے جیل کی مدد سے ایک جانب جمار کھے تھے۔ سیاہ آنکھیں جذبات سے بھرپور نظر آ رہی تھیں۔ کلامی میں سیاہ رنگ کی گھڑی اور پیروں میں پشاوری چپل بلاشبہ وہ بہت شاندار اور ہینڈ سم لگ رہا تھا۔

"چھٹی کے دن اتنا بن ڈھن کر کدھر جا رہے ہو ڈی ایس پی صاحب؟" بینیش نے کچن سے آواز لگائی۔

"اُس کی راتوں کی نیند اڑانے۔۔۔" اس نے سیاہ چشمہ آنکھوں پر گراتے ہوئے کہا۔

"میرے زن مرید بیٹھے وہ قیامت ہے۔۔۔ دھیان سے کہیں تمہارے ہی ہوش نہ اڑا دے۔"

"یہ کام تو آپ کی بہو بہت پہلے ہی کر چکی ہے بینش بیگم۔"

وہ خوشمندیں انداز میں چشمے کے اوپر سے ان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دونوں ہتھیلیاں سلیب پر جما کر بولا۔

"اندھی نہیں ہوں میں، برابر دکھائی دیتا ہے۔"

اُنہوں نے ذوالکفل کے سر پر چپٹ لگائی۔

"اونہوں آدھا گھنٹہ لگا کر بال سیط کئے ہیں تاکہ آپ کی بہو کو امپریس کر سکوں۔"

اس نے احتیاط سے بالوں کو چھو کر تسلی کی۔۔۔!!

"بیٹھا تمہارے بالوں سے امپریس نہیں ہونے والی وہ۔۔۔" بینش نے چھٹتے زیرے اور مرچی کا ترٹکا دال میں ڈالتے ہوئے کہا۔۔۔ پورے کچن میں ترٹکے کی خوشبو پھیل گئی۔

"پھر آپ ہی کچھ بتائیں مجھے کیا کرنا چاہئے۔ وہ اسٹول کھینچ کر بیٹھ گیا۔"

"مصنفہ ہے اور مصنف لفظوں کی بنادٹ کے اسیر ہوتے ہیں۔ جتنی مہارت اور خوبصورتی سے حروف جوڑ کر پیش کرو گے۔ وہ اتنی جلدی متاثر ہو گی۔ مگر یاد رکھنا۔ تمہاری ہر بات میں صدق ہونا چاہئے ورنہ کھوکھلے لفظ ان کی سماuttoں تک تو پہنچتے ہیں مگر دل میں نہیں اترتے۔"

dal میں دھنیاں چھڑک کر اُنہوں نے پتیلا ڈھک دیا۔ ان کی ذہانت اور حاضر دماغی پر ذوالکفل تفاخر سے مسکرا یا تھا۔

"اب بیٹھ کر کھی کھی مت کرو، جاؤ میری بہو پر اپنی محبت کا کالا جادو کر دو۔۔۔" ذوالکفل قہقہہ لگا کر ہنسا۔۔۔

"آپ کی بھتیجی جتنی سڑیل اور غصیل ہے نہ۔۔۔ اُس پر کسی بھی رنگ کا جادو نہیں چلے گا۔"

"یہ گرم چمٹا تمہاری زبان پر رکھ دوں گی آگر میری بہو کے سامنے میری ناک کٹوانی تو۔۔۔ وہ بھڑکیں۔

"ایک تو آپ بات پر والٹنٹ ہو جاتی ہیں۔۔۔ غلط بات ہے۔"

"چلو اٹھو یہاں سے شکل گم کرو اور لٹکا ہوا منہ لیکر واپس مت آنا ورنہ۔۔۔" انہوں نے چمٹا لہرایا تو وہ فوراً پیچھے ہوا۔

"اچھا سنو میں نے بھا بھی اور جان کے لئے کچھ تخفے بھی لئے تھے۔ وہ بھی لیتے جانا۔۔۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

روٹی پلٹتے ہوئے مصروف انداز میں حکم صادر کیا۔

"راجِ راس"

وہ سلیوٹ مارتے ہوئے اپنی منزل کی جانب چل پڑا۔

☆...☆...☆

ہر ڈل کلاس گھرانے کی طرح کالونی کے اس چھوٹے سے گھر میں بھی چھٹی کے دن صاف صفائی کا عالمی دن جوش و خروش سے منایا جا رہا تھا۔ جانان لاوچخ میں اسٹول پر چڑھ کر پنکھا

صاف کر رہی تھی۔ نیچے زریں منہ پر کپڑا رکھ کر کھڑیں اُسے برابر صاف کرنے کی ہدایت دیتیں جانان کا اچھا خاصہ خون جلا چکی تھیں۔ جب گھر کی نیل بھی۔۔۔

"اس وقت کون آگیا ہے۔۔۔؟" اس نے چڑ کر نیچے کھڑیں زریں کو دیکھا۔

"جمادار آیا ہو گا۔ میں نے بلا یا تھا۔ تم رُ کو میں آتی ہوں۔"

وہ منہ سے کپڑا ہٹاتیں لاونج سے غائب ہو گئیں۔ جانان ہنوز پنکھے کو کپڑے سے پوچھتی رہی۔ جس پر کافی دھول جم گئی تھی۔ صحن سے باتوں کی ہلکی ہلکی آوازیں آرہی تھیں۔

"خوشگلیاں ایسی ہو رہی ہیں جیسے جمادار نہیں، بلکہ ان کا داماد ہو۔"

وہ ہنوز پنکھا صاف کرتی زیر لب بڑھ رہی۔ جب کوئی بہت آہستگی سے چلتا ہوا وہاں آیا تھا۔ مگر جانان نے غور نہیں کیا۔

"شکر آگئیں آپ یہ لیں، کپڑا گیلا کر دیں۔۔۔ ایک ہاتھ گیلے کپڑے کا بھی مار دیتی ہوں۔ بلکہ چمک جائے گا آپ کا پشتی نیچہ پنکھا"

اس نے پنکھے کو ٹھوٹی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ انداز تمسخرانہ تھا۔

لاونج میں سکوت چھا گیا۔ وہ زج ہوئی۔

"اُف اُمی یہ لیں جلدی کریں۔ کیا زندگی بھر یہی کھڑا رکھیں گی۔"

"اسلام و علیکم"

مقابل نے آہستگی سے گلا کھنکار کر کہا تو جاناں نے فوراً نیچے دیکھا۔ وہ حیرت سے چوٹکی۔۔۔ سامنے ذوالکفل کھڑا تھا۔ سفید رنگ کی کلف والی شلوار قمیض میں، نک سک ساتیار، خوبصورت اور شاندار جبکہ وہ گھر کے عام سے حلیے میں تھی۔ بالوں کو کبھر میں جکڑ رکھا تھا۔ ڈوپٹے کو دائیں کندھے پر ڈال کر دوسری طرف سے گانٹھ باندھ رکھی تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟"

اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔۔۔ وہ اس کی موجودگی کی ہرگز توقع نہیں کر رہی تھی۔

"تمہارے گرنے کا انتظار۔۔۔ پہلے میری بانہوں میں پھر میری محبت میں"

وہ معنی خیزی سے احتیاطاً آہستگی سے بولا کہ پچھے سے آتی زرینہ سن نہ لیں۔ جاناں اس کی بے باکی پر حیران ہوتی واقعی ڈگمگائی اور اگلے ہی پل ذوالکفل کی بانہوں میں جھوول گئی۔ زرینہ جنہوں نے ابھی بس لاونج میں قدم رکھا ہی تھا۔ یہ منظر دیکھ کر انہوں کی طرح آنکھ ٹپٹپا تیں واپس باہر کی جانب پلٹ گئیں۔

"شکر الحمد لله"

ذوالکفل سر سے پاؤں تک محظوظ ہوا تھا۔ جاناں کا چہرہ سرخ ہوا۔ اس کے بے شرم انداز پر بری طرح تملکا کر اس سے دور ہوئی۔

"ہم شکر بتا ہے۔۔۔ کیونکہ امی موجود ہیں۔۔۔ ورنہ"

اس نے غصے سے انگشت شہادت کا رخ اس کی جانب کیا۔۔۔

"ورنہ آپ میری بانہوں میں ہی رہنا پسند کرتیں ہے نہ؟"

جانان کی دھڑکن مس ہوتی۔ آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت اُتری۔۔۔ وہ دھماکے پر دھماکا کر رہا تھا اور وہ ان دھماکوں کی زد میں تھی۔

"نکاح کے بعد زیادہ پر نہیں نکل آئے ہیں آپ کے۔۔۔ مجھے بلاوجہ فری ہونے والے مرد بلکل پسند نہیں۔"

ذوالکفل کی جانب اٹھی ہوتی انگلی خفگی سے مزید تن گئی۔ ذوالکفل نے اس کی انگلی کو دیکھا۔۔۔ پس منظر میں اس کا لال کندھاری چہرہ بھی جگمگا رہا تھا۔ بلاشبہ وہ غصے میں بھی حسین لگتی تھی۔ خطرناک حد تک حسین۔۔۔ وہ ہلاکا سا آگے ہوا اور نرمی سے اپنے لبوں سے اس کی انگلی کو ٹھپھوا۔ آغاز عشق کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ پہلی محبت کا پہلا احساس، پہلا اظہار جان لیوا تھا۔

جانان کا دل زوروں سے دھڑکا۔ حیرت آنکھوں میں سما گئی۔ ذوالکفل کی اس حرکت پر وہ سپٹا گئی تھی۔ باہر کھڑیں زرینہ نے ادھ کھلی کھڑکی سے یہ منظر بڑے محفوظ ہو کر دیکھا تھا۔ وہ منه پر کپڑا رکھ کر مسکرانے لگیں۔

بس چند پل اور گزرے۔۔۔ جانان نے اپنے اندر موجود تمام تر غصہ اکھٹا کیا اور اُسے سنانے کے لئے لب واکئے تھے مگر بینش کی آمد نے موقع چھین لیا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"ٹھرکی دروغہ"

وہ آواز بس لبوں کی زنبش تھی۔ بینش یا ذوالکفل تک نہیں پہنچی تھی۔ مگر ذوالکفل نے اس کے لبوں کی حرکت پڑھ لی تھی۔ پولیس والا جو تھا۔

"ارے بیٹا تم اب تک کھڑے ہو۔۔۔ وہ جمادار آگیا تھا۔ اس لئے آنے میں دیر ہو گئی۔"

انہوں نے تاخیر سے آنے کا بہانہ بنایا۔

"کوئی بات نہیں مامی ویسے بھی کسی کو میرا آنا پسند نہیں آیا۔"

ذوالکفل نے لبوں کو آپس میں دباتے ہوئے مسکراہٹ ضبط کی۔۔۔ جاناں نے چنگھاڑتی نظریں اس پر بر سائیں۔ بینش مزید کچھ کہنے والی تھیں کہ بیرونی گیٹ دھاڑ دھاڑ کی تیز آواز کے ساتھ زور سے بجا۔

Safar-e-Adab
"باجی جمادار۔۔۔"
ساتھ ہی جمادار نے بلند آواز میں صدا بھی لگائی تھی۔

تینوں نے بروقت ایک دوسرے کو دیکھا، حیرت سے کچھ شرمندگی سے، پھر تذبذب سے نظریں ادھر ادھر کر لیں۔

"جانان کھڑی کیوں ہو جاؤ ذوالکفل کے لئے چائے بنائے بنائے بنائے بنائے بنائے"

زرمینہ کا چہرہ فق ہوا تھا۔ چوری پکڑی گئی تھی۔ ذوالکفل نے کُن اکھیوں سے جاناں کے آگ برساتے چہرے کو دیکھا۔

"بیٹا تم بیٹھو میں ذرا آتی ہوں۔۔۔"

وہ ذوالکفل سے نظریں چڑھاتیں پھر سے صحن کی جانب پلٹ گئیں۔ وہ دونوں ایک بار پھر تنہا رہ گئے تھے۔ جاناں اُسے نظر انداز کرتی فوراً کچن میں گھس گئی۔ چائے کا پانی چڑھاتے ہوئے۔ اس کے کانوں سے دھویں نکل رہے تھے۔ ذوالکفل نے احتیاطاً ایک نظر دروازے پر ڈالی اور دھیرے قدموں سے کچن تک آیا مگر دروازے پہ ہی رُک گیا۔ وہ زخمی شیرنی کی طرح برتن پیٹ رہی تھی۔ کہیں گرم چائے منہ میں ہی نہ چھان دیتی۔

"اب یہاں اپنے سلام کا جواب لینے آئے ہیں۔؟"

چائے میں چچ چلاتا ہاتھ روک کر جاناں نے تنک کر اُسے دیکھا۔

"آپ سے مجھے اتنی خوش اخلاقی کی توقع نہیں بیگم میں تو بس آپ کے چہرے پر ابھرنے والے جلتے تاثرات دیکھ کر مخطوط ہونے آیا ہوں۔۔۔"

"بیگم نہیں ہوں میں آپ کی۔۔۔"

وہ دبا دبا سا غرائی۔

"سو گواہ ہیں میرے پاس۔۔۔ سب سے بڑا گواہ اللہ کی ذات دوسرا میرا دل۔۔۔ آپ میری بیگم ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے یہی دو کافی ہیں۔"

متبسماں لمحے میں قدرے سنجیدگی سے کہا۔

"بھاڑ میں جاؤں تم اور تمہارے گواہ "وہ چڑھ گئی۔

اس کے منہ میں زبان نہیں تلوار تھی۔ جنگ میں استعمال ہونے والی تلوار۔۔۔ اس نے یہ بات کہنے سے گریز کیا۔ وہ پہلے ہی اچھی خاصی بھڑکی ہوئی تھی۔ چائے بھی چند ہاتھ کے فاصلے پر تھی۔ وہ رخ موڑ کر مسکراہٹ ضبط کرتا چپ چاپ صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

"بریانی بس تیار ہے۔ کھانا کھا کر جانا بیٹا۔"

زرمینہ اس کے مقابل صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"جی مامی"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جانان بریانی دم پر رکھ دی ہے نہ؟"

بیٹھے بیٹھے آواز لگائی جواباً کچن سے برتن بنجنے کی تیز آواز برآمد ہوئی تھی۔ یہ ان کے سوال کا جواب تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"رکھ دی ہے شاید۔"

وہ شرمندہ سی بولیں۔ ذوالکفل نے پہلو بدلا۔ ماحول میں اکورڈنس بڑھتی محسوس ہوئی تو زرمینہ نے گفتگو کا آغاز کر دیا۔

"تم بتاؤ کیسے آنا ہوا بیٹا۔۔۔؟"

جانان گرم گرم مزاج کے ساتھ ٹੱپ ٹੱپ کر ٹیبل پہ برتن لگا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ گھر آئے مہمان کو بھی کھا جانے والی نظر وں سے گھور رہی تھی۔

"مامی وہ امی نے کچھ تحفے بھیجے تھے۔ سوری گاڑی میں رہ گئے۔ جلدی جلدی میں نکالنا بھول گیا۔"

ٹھنڈھن پلیٹیں، گلاس چیچ نج رہے تھے۔ ذوالکفل کی نظر بار بار جانان کی جانب اٹھ رہی تھی۔ گفتگو کا تسلسل ٹوٹ رہا تھا۔

"یہ لڑکی۔۔۔ اُفف "

اُنہوں نے پیشانی کو چھوایا۔۔۔ وہ زرینہ کو ذوالکفل کے سامنے شرمندہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہی تھی۔ کھانے کی ٹیبل لگا کر وہ کمرے میں جا رہی تھی مگر زرینہ نے اُسے روک دیا۔

"ذوالکفل کی پلیٹ لگاؤ جان۔۔۔" وہ دونوں کرسی کھینچ کر پیٹھ چکے تھے۔ جانان نے جل کر اپنی ماں کو دیکھا۔ جو اُسے مکمل طور پر نظر انداز کر چکی تھیں۔ وہ پاؤں پٹختی ٹیبل تک آئی۔ ذوالکفل کے سامنے رکھی پلیٹ میں بریانی ڈالنے لگی۔

ذوالکفل نے آج بڑے غور سے اس کے ہاتھ کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ دودھ کی طرح سفید اور بے حد صاف سترے تھے۔ خوبصورت مخروطی انگلیاں اور ناخن نفاست سے تراشے ہوئے تھے۔ مگر کلامی بلکل خالی تھی۔ وہ ذوالکفل کے دائیں جانب کھڑی تھی۔ اُسے دیکھنے کے لئے نظر بار بار اٹھانی پڑتی تھی۔ اس نے جانان کو دیکھنے سے اجتناب کیا۔

جانان نے پلیٹ میں بھر کر چاول ڈالے۔ چون کراچی اچھی چار، پانچ بوٹیاں بھی ڈالیں۔
یہ دیکھ کر زرینہ نے سکون کا سانس لیا۔

"بس اتنا بہت ہے۔"

ذوالکفل نے اُسے رغبت سے پلیٹ میں چاول ڈالتے دیکھ کر روکا۔ جس پر اس نے اپنی مسکراتی آنکھیں اس کی حیرت سے سمٹی پیلوں پر جمائیں۔ ہاں وہ مسکرا رہی تھی۔ طنز سے، شرارت سے۔ ایسا کرتے ہوئے بہت اچھی بھی لگ رہی تھی۔ ذوالکفل کے لب کچھ واہوئے تھے۔

"یہ میں نے آپ کے لئے نہیں بشارت کے لئے نکلا ہے۔"

اس کی بھنوں کنفیوژن سے باہم ملیں۔ زرینہ جو پانی پی رہی تھیں فوراً منہ پر ہاتھ رکھ کر پانی کا راستہ روکا ورنہ دوسری صورت میں ذوالکفل کو غسل کی ضرورت پڑتی۔

اس نے پلیٹ اٹھائی اور معصومیت سے پلکیں جھپکاتی صحن کی طرف چلی گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE
"ماں بشارت کون ہے۔؟"

اُس کے جاتے ہی استفسار کیا۔ اُسے اندر تک جلن محسوس ہو رہی تھی۔ یہ کون ماں کا لال تھا۔ جسے مزاجی خدا پر فوقیت دی جا رہی تھی۔

"و۔۔۔ وہ۔۔۔"

وہ گومگو کی حالت میں اس کی شکل دیکھنے لگیں۔ ذوالکفل نے استفسار سے شانے اچکائے۔ مگر زرینہ کے الفاظ نہیں بن رہے تھے۔

"آپ کا پڑوسی ہے؟" اس نے خود ہی اندازہ لگایا۔

"بشارت ہماری کالونی کا سب سے پالتوں کتا ہے۔"

دروازے سے اندر داخل ہوتی جاناں نے اس کی الجھن دور کی۔

"اوہ اچھا"

ذوالکفل کے شانے اطمینان سے ڈھلکے پھر یکدم ٹپٹا کر گردن جاناں کی جانب موڑی۔

"بشارت کتا ہے؟؟" وہ حیرت اور صدمے سے بری طرح دوچار ہوا تھا۔

"جی۔۔ اور بہت عزیز ہے مجھے"

Safar-e-Adab

"سو سویٹ"

ذوالکفل کا دل چاہا وہ چُلو بھر پانی میں ڈوب کے مر جائے۔ زریمنہ کی شکل دیکھنے والی تھی۔

اُنہوں نے سخت نظروں سے جاناں کو گھورا۔۔۔ اس کا یہ رویہ اُنہیں بہت دکھ دے رہا تھا۔

ان کے چہرے پر تکلیف زده آثار نمایاں ہوئے۔

جاناں نے زریمنہ کی شکل دیکھی۔ وہ ان کی نظروں میں موجود ارتکاز سمجھ گئی تھی۔ اس نے گھری سانس لیکر جیسے ہتھیار ڈالے تھے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی کسی بھی حرکت سے اُن کی طبیعت بو جھل ہو۔ جاناں آگے بڑھ کر ذوالکفل کے لئے دوسری پلیٹ میں بریانی ڈالنے

گلگی۔ پھر سلااد ڈالا اور ذرا سارائتہ انڈلیں کر پلیٹ اس کی جانب کھسکائی۔ اب وہ نیپن سے چجع صاف کر رہی تھی حالانکہ کے اس نے چجع دھو کر ہی رکھے تھے۔

ذوالکفل نے اب کی بار پاس کھڑی جاناں کو نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس کے سرخ چہرے پر ہلکی سی ندامت تھی۔ مگر زرینہ کے تاثرات ہنوز برہم سے تھے۔ ان کی برہمی میں کمی لانے کے لئے جاناں نے چجع ذوالکفل کی پلٹ میں رکھا۔ اب وہ اس کے گلاس میں ٹھنڈا پانی ڈال رہی تھی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

زرینہ کے ماتھے کے بل اب بھی گھرے تھے۔ چہرے پر برہمی ہنوز برقرار تھی۔

اس نے تھک کر گھری سانس لی اور بادل ناخواستہ اس کے برابر میں کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ ذوالکفل کچھ پل کے لئے ساکت ہوا تھا۔ وہ پلیٹ میں کھانا ڈال کر شرافت سے کھانے لگی۔ وقہ وقہ سے وہ ذوالکفل کی پلیٹ میں لوازمات بھی رکھ رہی تھی۔ بالآخر اس کی کوشش رنگ لائی۔ زرینہ نے محبت اور برہمی کے ملے جلے تاثرات لئے دونوں کو دیکھا۔ آدمی ادھوری تصویر اب مکمل لگ رہی تھی۔ ان کا دل بھر آیا۔ انہوں نے آنکھوں کی نمی چھپانے کے لئے گردن جھکا دی مگر وہ نمی جاناں سے چھپ نہیں سکی تھی۔



ریم کچن کا ونڈ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھی تھی۔ سامنے پلیٹ میں چکن مشروم سینڈوچ، سوفٹ ڈرنس، فرتنج فرائز رکھے تھے۔ جسے وہ کیچپ اور مايونیز کے آمیزے میں ڈبو ڈبو کر رغبت سے

کھارہی تھی۔ پاس ہی جنید کھڑا چکن نگنس تل رہا تھا اور گاہے بگاہے ایک محفوظ اور سکون بھری نگاہ اس کے چہرے پر بھی ڈال لیتا تھا۔

ریم نے سینڈوچ کا بڑا سا بائٹ لیا اور ساتھ ہی چھ سات فراائز کے ٹکڑے منہ میں ڈالے۔ اس کے پھولے ہوئے گال دیکھ کر جنید ہنسا۔ نگنس پلیٹ میں نکال کر کاؤنٹر پر رکھا اور اسٹول کھینچ کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ سلیب پر کہنی جمائے وہ ہاتھ کے مکے پر ٹھوڑی ٹکا کر اُسے دیکھ رہا تھا۔

"پلیز مجھے ایسے مت دیکھو میں بس کبھی کبھی ہی۔"

منہ کھانے سے بھرا ہوا تھا۔ وہ بات مکمل نہیں کر سکی۔

"تم بے فکر ہو کر کھاؤ تم بیس پچیس کلو وزن بڑھا بھی لوگی تب بھی مجھے اتی ہی اچھی لگوگی۔" "وہ مسکرایا۔"

"اچھا؟" ریم کے سوال پر جنید نے شانے اُچکائے۔

"رہنے والے میں پہلے ہی پینسٹھ کلو کی ہوں بیس پچیس کلو وزن مزید بڑھ گیا تو نوے کی ہو جاؤں گی۔"

اس نے چھر چھری لی مگر منہ اب بھی چل رہا تھا۔

"اور خدا نخواستہ کل کو باتحہ روم میں کھسل کر یا سیر ھیوں سے گر کر میرا پاؤں ٹوٹ گیا تو کیا تم مجھے میرے نوے کلو وزن کے ساتھ اٹھا لوگے۔؟"

ریم نے ٹھولتی نظروں سے اُسے دیکھا۔ اس کا سر نفی میں ہل رہا تھا۔

"نوے کلو؟" وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسا۔

"اتنا وزن تو میں روز جم میں اٹھا لیتا ہوں اور تمہیں لگتا ہے میں اپنی پسندیدہ عورت کو نہیں اٹھا پاؤں گا۔"

اس کی ہنسی قہقہوں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ ریم نے اُسے حیران کن نگاہوں سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جنید کے لئے نرم سا تاثر ابھرا تھا۔ جنید نے کانٹے میں نگلش کا ٹکڑا پھنسایا اور اس کے منہ میں ڈالتے ہوئے محبت سے کہا۔

"جب محبت ہو جائے تو دنیاوی تقاضے پچھے چھوٹ جاتے ہیں۔ تم پینیسٹھ کی جگہ سوکلو کی بھی ہوتی، میں تب بھی تم سے پاگلوں کی طرح محبت کرتا۔ میرے لئے تمہارا خوبصورت ہونا لازمی نہیں ہے۔ میرے لئے تمہارا تم جیسا ہونا ضروری ہے۔ بے باک، پر اعتماد اور نذر"

جنید نے اس کے رخساروں پر خون سمٹتے دیکھ کر اس کی ناک کو چھووا۔

"یقین نہیں آتا۔۔۔"

ریم کو ایک عجیب سے احساس نے پیٹھے میں لیا۔

"نفرتوں سے اتنی واپستگی رہی ہے کہ محبت کی موجودگی پر اب اعتبار نہیں ہوتا۔"

اس کے ہاتھ بے جان سے گود میں پڑے تھے۔ وہ بے بُسی سے سر جھکائے بول رہی تھی۔

"میرے لئے نفرت کا الٹ محبت نہیں ہے جنید، میں ایک زخمی انسان ہوں اور میرے زخم برسوں سے ہرے ہیں۔ جو کبھی نہیں بھرے، اُن سے آج بھی خون رستا ہے۔ تکلیف ہوتی ہے۔ یہ زخم میری زندگی میں موجود رشتتوں کا تحفہ ہے۔"

اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ گال سے بہتا ہوا نیچے زمین پر گر گیا۔ جنید کا دل کسی نے مٹھی میں لیا۔ اُس کی بھیگی پلکوں نے اُسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ اس پر فرض تھا کہ وہ اُسے بتاتا کہ محبت رب کا کیسا معجزہ ہے۔ اور اگر وہ اس عمل میں ناکام ہو جاتا تو موت اس پر لازم تھی۔

"بنا محبت کے رشتتوں میں رہنا کیسا ہوتا ہے۔ میں اس احساس سے واقف ہوں۔"

اس کا انداز لمحے بو جھل کر دینے والا تھا۔ اس نے ہاتھ کی پشت سے آنسو خشک کئے۔ بھوک مٹ گئی تھی۔ پلیٹ میں رکھے لوازمات بھی ٹھنڈے ہو گئے تھے۔ ان احساسات کی طرح جنہیں محسوس کئے بھی مدد تیں گزر چکی تھیں۔ وہ اگلے ہی لمحے ہنس دی۔ اُسے اپنی بے بسی میں جکڑی کیفیت پر ترس آیا۔ جنید دم سادھے اُسے دیکھتا رہا پھر بے حد آہستگی سے اس کے برف کے مانند ٹھنڈے ہاتھوں کو اپنی ہتھیلیوں کے ایندھن سے گرمائش بخشی۔

اس عمل میں اپنا بیت تھی ایک بہت محفوظ سا احساس تھا۔ ریم نے چہرہ پھیر کر سانس لینے کی کوشش کی۔!!

یہ شخص دھیرے دھیرے اس کی happy place بنتا جا رہا تھا۔ جہاں وہ بے خوف سے سانس لے سکتی تھی۔ جہاں خوش رہنے پر پابندی نہیں تھی۔ وہ اس کے نزدیک بہت secure محسوس کرتی تھی۔ یہ بات خطرناک تھی۔ معاملات سنگین ہو رہے تھے۔

"ماضی کو بدلنا میرے بس میں نہیں مگر تمہیں بے غرض چاہنا میرے بس میں ہے۔ تم چاہے آزمائ کر دیکھ لو ریم میری ذات سے تمہیں محبت کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔"

جنید کو اس کے چہرے پر تذبذب نظر آیا۔

"مگر مجھے چاہنے میں تمہارا کوئی فائدہ نہیں، مجھ میں محبت کرنے کی صلاحیت اب ختم ہو گئی ہے۔"

اس کی سانسوں میں صدیوں کا کرب تھا۔ اس نے شکست خور دگی سے سر جھکا دیا۔ جنید مسکراتی نظروں سے کچھ لمحوں تک اس کے جھکے سر کو دیکھتا رہا پھر طہانیت سے بولا۔

"میں احساسات کی تجارت نہیں کرتا۔ نہ پیار میں نفع، نقصان دیکھتا ہوں۔ جو میرے دل میں ہے۔ بہت خالص ہے۔ صاف اور صدق سے بھرپور ہے۔ تم محبت مت کرو، بس مجھے میری محبت کا حق ادا کرنے دو۔ میری محبت کافی ہے۔ ہمارے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے۔"

ریم نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔ بے یقینی سے اس کی آنکھوں کی پتلیاں ساکن ہو گئیں۔ تاجریوں کی دنیا میں یہ اُس کا پالا کس انسان سے پڑ گیا تھا۔ اُسے واقعی حیرت ہوئی، یہ بہت عجیب اور نیا تھا۔ مگر اچھا لگ رہا تھا۔

اس کے لب کچھ کہنا چاہتے تھے۔ کچھ ایسا جو دل کے چھالوں پر مرہم رکھ دے۔ بے ترتیب سانسوں کو بحال کر دے۔ بے قرار وجود کو سکون ملے، لیکن فون کی گھنٹی نے گفتگو میں خلل ڈالا۔ اور بری طرح ڈالا۔ دل کی بات ایک بار پھر دل میں ہی رہ گئی۔ نہ وہ کچھ کہہ سکی اور نہ مقابل سُن سکا۔ ان کے درمیان ایک بار پھر سے ماضی آگیا تھا۔ سیاہ اور تاریک ماضی۔



رات کے تقریباً بارہ نج رہے تھے۔ چائے کے ہوٹل میں اس وقت اکا ڈکا لوگ ہی نظر آرہے تھے۔ جب کاؤنٹر کے پیچھے کرسی پر بیٹھے شاہ زمان گورکھلی نے ہلکی دھند میں لپٹے شیشے کی دوسری طرف تھکے قدموں سے چلے آرہے عرفات کو دیکھا۔ اس کے کپڑوں پر مٹی لگی تھی۔ چہرہ بھی تکان زدہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ چپ چاپ ہوٹل کے اندر داخل ہوا۔ آج وہ تقریباً تین، چار دن بعد نظر آرہا تھا۔ اس نے دروازے پر رک کر اندر طاہرانہ نظر ڈالی۔ اس کی نظر ٹیبل پر رکھے پانی کے جگ پر گئی۔ وہ دھیرے سے قدم اٹھاتا ٹیبل تک گیا اور پانی کا جگ ہاتھ میں لئے باہر چلا گیا۔

ان کی نظروں نے باہر تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ وہ چبوترے پر پنجوں کے بل بیٹھا، پھر شرٹ کے آستین کہنی تک موڑ کر پانی سے رگڑ رگڑ کر منہ دھونے لگا۔ آنکھوں میں دو سے تین دفع پانی کے چھینٹیں مارنے کے بعد اس نے کلی کی پھر گیلے ہاتھ بالوں سے گزار کر اس نے بکھرے اور گندے بالوں کو سلیقے سے پیچھے کیا۔

و سیم اور لینا بھی کاؤنٹر کے پاس کھڑے یہ منظر جیرانگی سے دیکھ رہے تھے۔ اپنے سے ہاتھ منہ دھو لینے کے بعد اُسے حلق میں چھبن سی محسوس ہوئی۔ وہ جگ کا بچا ہوا پانی گھٹا گھٹ پینے لگا۔ وہ یوں پانی پی رہا تھا جیسے پتا نہیں کب سے پانی کے لئے ترسا ہوا تھا۔ اُسے تیز تیز گھونٹ بھرتے دیکھ شاہ زمان کی آنکھیں شفقت سے نرم ہوئیں۔

پیٹ بھر پانی پینے کے بعد اس نے نظر اٹھا کر اپنے اطراف میں دیکھا۔ ایک لختے کے لئے اس کی آنکھوں کے سامنے اندر ہیرا سا لہرا یا۔ اس نے زور سے آنکھیں جھپکیں۔ خالی پیٹ چکر سا آیا تھا مگر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ آج سب کچھ بدلا بدلا سالگ رہا تھا۔ سڑک، لوگ یہ چبوترہ جہاں وہ پچھلے کہیں دنوں سے سورہا تھا۔ کچھ دیر خالی نظروں سے ادھر ادھر نظر دوڑانے کے بعد اُسے وہ سفید رنگ کا نیلی آنکھوں والا کتنا یاد آیا۔ وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ "مجھے تو لگا تھا۔ اس کو مینٹل ہاسپٹل والے پکڑ کر لے گئے ہیں یا کوئی نگی کے کسی نالے میں بھی گیا ہے۔"

لینا نے دھیمی آواز میں وسیم کے کان میں منہ بناتے ہوئے سرگوشی کی تو وسیم نے بیزاری سے مڑ کر بہن کی جانب دیکھا۔

"دی دی تمہیں کبھی کوئی اچھا خیال بھی آتا ہے کیا؟"

جو ابا لینا نے اس کے سر پر ہلکی سی چپڑ ماری تھی۔

"تمہارا دل کیوں جل رہا ہے۔"

وہ تنک کر بولی

"جل میں نہیں جل تم رہی ہو۔۔۔۔۔ چہرہ دیکھو اپنا"

اس نے ہنسی روک آنکھ سے اس کے چہرے کی جانب اشارہ کیا جواباً اس نے وسیم کو غصے سے گھورا تھا۔ وہ فوراً وہاں سے کھسک گیا۔

کچھ دیر باہر پنجوں کے بل بیٹھے رہنے کے بعد وہ سر جھٹک کر اندر آگیا اور خالی جگ واپس ٹیبل پر رکھ کر وہ واپس جانے لگا، تب شاہ زمان نے اُسے پیچھے سے مخاطب کیا تھا۔

"بیٹا تو تمیں چار دن سے کہاں تھا؟"

اُن کے انداز میں فکر تھی۔ بڑے دنوں بعد کوئی اس کے لئے فکرمند ہوا تھا۔ عرفات نے اس احساس کو محسوس کرنے کی کوشش کی مگر بیگانگی کے سوا اس کے اندر کوئی دوسرا احساس نہیں جاگا۔ اس نے پلٹ کر شاہ زمان کو دیکھا مگر کچھ کہا نہیں۔

"تو نے کچھ کھایا؟"

اس کی خاموشی دیکھ کر انہوں نے دوسرا سوال کیا۔

لینا اپنے باپ کے دیالو پن پر ناراض ہوئی۔ وہ آنکھ گھماتی کچن میں جانے لگی۔

مکمل خاموشی۔۔۔۔۔

"آپ کے پاس کوئی کام ہے؟"

اس کے سوال پر شاہ زمان کو تعجب ہوا۔۔۔۔۔ کچن میں جاتی لینا بھی گنگ سی ایڑیوں کے بل گھومی تھی۔ ٹیبل سے جھوٹے برتن اٹھاتے وسیم نے بھی گردن موڑ کر اُسے دیکھا تھا۔

"میں کوئی بھی کام کرلوں گا بس بد لے میں آپ مجھے دو وقت کا کھانا اور رہنے کی جگہ دے دیجئے۔"

انداز بڑا دوڑوک اور مہذب تھا۔ شاہ زمان اُسے سوچتی نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ چہرے پر بیک وقت بہت سے رنگ اُبھرے تھے۔

"لینا جا بیٹھی اس کے لئے کھانے کے لئے کچھ لے آ اور وسیم تو اوپر سے بسترا اور اس کا بیگ لیکر آ جا۔۔۔"

اُنہوں نے نرمی سے کہتے ہوئے عرفات کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

لینا تن فن کرتی زیر لب بڑھاتے ہوئے کچن میں گھس گئی تھی، جبکہ وسیم اپنے دانتوں کی نمائش کرتا فوراً اوپر بھاگا تھا۔ نجانے کیوں شاہ زمان اور وسیم اس نئے شخص کی آمد پر بہت خوش تھے۔ لیکن کوئی خوش نہیں تھا آگر تو وہ لینا گور کھلی تھی۔ اُسے عرفات کا ان کی زندگیوں میں اس طرح سے داخل ہونا بلکل پسند نہیں آیا تھا۔



یہ شہر کی مصروف ترین شاہراہوں میں سے ایک تھی۔ جہاں دوپہر کے وقت خلاف توقع آج ٹرینیک کم تھا۔ جانان نے ایک بڑی سی سویٹ شاپ کے سامنے گاڑی روکی اور خفا خفا سی نظروں سے بغل میں بیٹھیں زرینہ کو دیکھا۔

"آپ پہلے ہی کافی کچھ خرید چکی ہیں امی اب مٹھائی لینا ضروری ہے؟"

وہ بہت بیزار نظر آرہی تھی۔

"نکاح کے بعد پہلی بار تمہارے سُسرال جا رہے ہیں جان خالی ہاتھ جاتے اچھے تو نہیں لگیں گے۔"

اُنہوں نے معصومیت سے شانے اچکائے۔

"خالی ہاتھ؟"

"یہ پیچھے سیٹ پر لنڈا بازار لگا ہے۔ یہ فہرست میں شامل کرنا بھول گئی ہیں آپ شاید" اس نے سر سے پیچھے اشارہ کیا۔ جہاں پھل کی ٹوکریاں، تختے تھائے کے ڈبے رکھے تھے۔

"ٹھیک ہے تم یہاں بیٹھ کر تختے گئتی رہو، مٹھائی میں خود ہی لے آتی ہوں۔"

وہ خفیف سی دروازہ کھول کر اترنے لگیں۔ اُنہوں نے بلیک مینگ کا وہی پُرانا حربہ اختیار کیا جو دنیا کی ہر ماں کرتی ہے۔ جانان نے ان کا بازوں پکڑ کر روکا۔ چہرے پر براہمی ہنوز چمک رہی تھی۔

"مجھے ایسوشنلی بلیک میل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے روانہ نہیں کرتی ہیں آپ، بیٹھی رہیں میں لیکر آتی ہوں۔"

وہ بیزاری سے سر جھکلتی گاڑی سے اُتر گئی۔ زرینہ نے سائیڈ مرر میں جانان کو سویٹ شاپ کا دروازہ دھکیل کر اندر جاتے دیکھا اور معنی خیزی سے مسکرائیں۔

کچھ دیر بعد جاناں مٹھائی خرید کر شاپ سے باہر نکلی تو تھوڑے فاصلے پر اُسے سفید رنگ کی وین کھڑی نظر آئی۔ جو اسٹرے ڈاگز سے بھری پڑی تھی۔ بھوک پیاس سے ان کی حالت ابتر تھی۔ جسے دیکھ کر جاناں کے دل کو کچوکے لگے تھے۔ اُسے بے اختیار ان معصوم کتوں پر پیار آیا اور ان ورکرز پر اشتعال بھی۔۔۔ جو ان معصوموں کا ناجانے کیا حشر کرنے والے تھے۔ کیونکہ پاکستان میں کچھ مقامات پر اسٹرے ڈاگز کو کپڑنے کے بعد مار دیا جاتا تھا، مگر یہ بھی ممکن تھا کہ انہیں کسی بہتر جگہ پر منتقل کر دیا جاتا، لیکن جس ملک میں با شعور اور پڑھے لکھے انسانوں کو پتھر پر جوتے کی طرح رگڑا جاتا ہو۔ وہاں ان بے زبان جانوروں کو تحفظ اور جینے کے حقوق ملنا مشکل ہی تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی موجود نہیں تھا۔ جاناں نے کن اکھیوں سے دائیں بائیں دیکھا اور لمبے ڈگ بھرتی خاموشی سے وین کے دروازے کی کنڈی کھول دی اور بنا مڑے تیز تیز قدموں سے چلتی اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔

"کہاں رہ گئی تھی جان پہلے ہی دیر ہو گئی ہے؟"

کافی دیر سے اس کے انتظار میں بیٹھیں زرینہ نے اُسے معنی خیزی سے مسکراتا دیکھ کر سوال کیا۔

"آپ نے تو مجھے زندگی بھر کے لئے قید کر دیا ہے۔۔۔ میں نے سوچا اُن بے زبانوں کو آزاد کر دوں کم از کم کچھ نیکی ہی ہاتھ لگے میرے ورنہ آپ نے تو۔۔۔"

اس نے دانستہ طور پر ہی بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس نے آگنیش میں لگی چابی کو گھماتے ہوئے، بیک ویو مرر میں وین سے بھاگتے کتوں کو مختوظ ہو کر دیکھا۔ زرینہ نے بھی اس کی آنکھوں کے تعاقب میں بیک ویو مرر پر نظر ڈالی اور افسوس سے گردن نفی میں ہلائی۔ وہ اُس کی بات میں پوشیدہ مطلب سمجھ گئی تھیں، مگر فلحال وہ اس سے بحث کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتی تھیں۔ اس لئے کریدنے کے بجائے۔ وہ سر جھٹک کر رہ گئیں۔

چند منٹوں کی ڈرائیو کے بعد بالآخر اُس کی گاڑی ہاؤسنگ سوسائٹی میں آب و تاب سے کھڑے اس درمیانے درجے کے بنگلے کے پورچ میں جا کر رکی۔ جس کے میں کافی دیر سے ان کے منتظر دروازے پر کھڑے تھے۔ وہ گھری سانس بھر کر گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی تو دروازے پر بینش سکندر دونوں کے استقبال میں باہمیں پھیلائے کھڑی تھیں۔ غیر دانستہ طور پر ہی اس کی نظروں نے کسی کو تلاشہ تھا۔

بینش پر جوشی سے پہلے زرینہ اور پھر جاناں کے گلے لگی تھیں اور پھر اُسی انداز میں وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اندر کھینچ لائیں۔ جاناں کچھ کہے بغیر ان کے قدم پر قدم رکھتی آگے بڑھ گئی۔ ایک بہت الگ سا احساس تھا۔ جو اس کے دل میں جا گا تھا۔ نا چاہتے ہوئے بھی اس نے وہاں موجود ہرشے کو نظر بھر کر دیکھا۔

دیواروں پر موجود خوبصورت پینٹ، قیمتی فرنچیپر سے مزین وہ گھر، دیوار پر موجود فیلمی فوٹوز جو ان کی زندگی میں رونما ہونے والے خوشگوار واقعات کی داستانیں سنارہی تھیں۔ وہاں موجود ہر چیز بے حد خوبصورت تھی، لیکن جاناں کا دھیان ان چیزوں نے اپنی جانب نہیں کھینچا تھا۔ وہ کچھ اور تھا۔ جس نے جاناں کو لب بستہ اور گنگ کیا تھا۔

اس گھر کی در و دیواریں مختلف تھیں۔ اس گھر میں ایک خوشبوں تھی۔۔۔ گھر جیسی خوشبوں۔۔۔ جس نے جاناں کے وجود کو معطر کیا تھا۔ اس کا دل اس لمحے بلکل خالی ہو گیا۔ بلکل خالی۔۔۔ پھر سے بھر جانے کے لئے اور جاناں اس بات سے بے خبر تھی۔ کچھ چیزیں دکھائی نہیں دیتیں، سنائی نہیں دیتیں بعض دفع اس پل محسوس بھی نہیں ہوتی مگر خاموشی سے اپنا کام کر جاتی ہیں۔ جاناں کے دل نے بھی خاموشی سے اپنا کام کر دیا تھا۔

"کیا ہوا میری جان تمہیں گھر پسند نہیں آیا؟"

بینش نے اس کے گرم گرم رخسار کو ہتھیلی میں لیتے ہوئے استفسار کیا۔ ان کا لمس قدر نرم اور ملام تھا۔ وہ خاموشی سے انہیں بس دیکھتی رہ گئی۔ اس کی کیا اوقات تھی کہ اس گھر کو ناپسند کرتی جبکہ جو احساس ایک مدت بعد اس کے دل میں اس گھر میں آنے کے بعد زندہ ہوا تھا۔ وہ انمول تھا۔ قیمتی تھا۔ وہ برسوں اس خوشبو کی تلاش میں خوار ہوئی تھی۔

"سب بہت اچھا ہے پھپھو۔۔۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

فرط جذبات میں منہ سے پھسلنے والا جملہ بینش پر کیا اثر کر گیا تھا۔ اُسے پتا ہی نہیں چلا۔۔۔ عقب میں کھڑیں زریمنہ نے چونک کر جاناں کو دیکھا۔

غیر دانستگی میں ہی اس کا دل ان رشتتوں کو قبول کر رہا تھا۔ جن سے وہ کئی سالوں سے منہ موڑ کر بیٹھی تھی۔

"آؤ پھپھو کی جان کو باقی کا گھر دکھاؤ۔۔۔" وہ اُسے اپنے ساتھ لگاتی آگے بڑھ گئیں۔ وہ بھی کسی مزاحمت کے بغیر ان کے ساتھ چل پڑی۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ بینش کی یہ ترغیب اس

طرح سے کام آئے گی۔ جانان یہاں آنے سے پہلے جتنی مزاحمت کر چکی تھی۔ انہیں ڈر تھا کہ وہ یہاں کسی قسم کی بد مزگی نہ پیدا کر دے، مگر یہاں جانان کا بدلہ ہوا رویہ دیکھ کر زریمنہ کو حیرت اور خوشی ہوئی تھی۔

پورا گھر دیکھنے کے بعد وہ سب ڈرائیور روم کے نرم صوفوں پر براجمان تھے۔ اے سی کی خوشگوار ٹھنڈک نے تینوں کو اپنی آغوش میں لے رکھا تھا۔ بینش اور زریمنہ شادی کے حوالے سے ہنس کر گفتگو کر رہی تھیں۔ جبکہ جانان کی نظر اب بھی گھوم گھوم کر وہاں موجود چیزوں پر اٹک رہی تھی۔ گھر کے ہر کونے کو بڑی محبت اور قرینے سے سجا�ا گیا تھا۔ ہر گوشے میں محبت و ایثار کی داستانیں رقم تھیں۔ ہر دیوار پر احساسات کے سنہری لفظ کندا تھے۔

"کافی دیر ہو گئی ہے آپا ذوالکفل نظر نہیں آرہا؟"

انہیں آئے اب کافی وقت گزر گیا تھا اور شام بھی مکمل ڈھل چکی تھی لیکن ذوالکفل کی کوئی خیر خبر نہیں تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"شام تک تو آجاتا ہے پتا نہیں آج کہاں رہ گیا۔ کال بھی نہیں اٹھا رہا۔"

انہوں نے ذوالکفل کو دوبارہ کال کرنے کے لئے موبائل اٹھایا ہی تھا کہ گھر کی بیل بھی۔ بیلا نے دوڑ کر دروازہ کھولا۔

"لبی عمر ہے میرے بیٹے کی----"

بینش نے ہنس کر کہتے ہوئے دروازے کی طرف چہرہ موڑا تو وہ تھکا تھکا سا دروازے پر کھڑا تھا۔ تھکن چہرے سے واضح تھی۔ ماتھے پر سپنے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ یونیفارم کی

آستینیں کہنیوں تک موڑ رکھی تھیں۔ جاناں نے جان بوجھ کر اس کی سمت دیکھنے سے اجتناب کیا۔ جبکہ مقابل کی نظر مقناطیس کی طرح اس کے لال کندھاری چہرے پر جمی تھی۔ سرشاری ذوالکفل کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ چہرہ یکدم ہی تروتاز ہو گیا تھا۔

"اسلام و علیکم"

ذوالکفل نے بلند آواز سب کو سلام کیا۔

"و علیکم السلام بچے جیتے رہو۔۔۔"

زرمینہ نے جواب کہا اور کن اکھیوں سے جاناں کو دیکھا۔ جو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ممٹی کا مجسمہ بنی بیٹھی تھی۔

"مجال ہے جو یہ عورت کبھی مجھ پر سلامتی بھیج دے۔۔۔"
ذوالکفل نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس پر سلامتی بھیجننا تو دور جاناں نے اس پر سرسری سی نظر تک نہیں کی تھی۔

"جلدی سے فریش ہو کر نیچے آؤ ہم سب تمہارا کھانے کی میز پر انتظار کر رہے ہیں۔۔۔"

"جی امی"

سر کو خم دیتا وہ ایک نظر اپنی بے رحم بیوی پر ڈالتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس کے مڑتے ہی جاناں نے اپنی ریشمی پکلوں کو اٹھایا تھا اور اس لمحے قسمت کو شرارت سوچی تھی۔

ذوالکفل عین اُسی وقت غیر دانستہ طور پر پلٹا تھا۔ نظروں کی تکرار نے قیامت برپا کی تھی۔ وہ اپنی خوش قسمتی پر مسرور ہوا تھا۔ اور جانان اپنی پھوٹی قسمت کا ماتم مناتی منہ پھیر گئی تھی۔

تقریباً پندرہ، بیس منٹ بعد جب وہ فریش ہو کر نیچے آیا تو میز پر موجود کھانوں کی اشتہا انگیز خوبیوں نے اس کے پیٹ میں ہلچل مچا دی۔

وہ سربراہی کرسی کے دائیں جانب اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ جانان بلکل اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ذوالکفل کے جلتے دل کو کچھ آرام سا آیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے پلیٹ میں کھانا ڈالا۔۔۔۔۔ جانان کی تو جیسے بھوک ہی مر چکی تھی۔

"آج آنے میں اتنی دیر کیسے ہو گئی۔۔۔؟"

کھانے کا آغاز ہوتے ہی بینیش نے استفسار کیا۔
"بس مت پوچھیں آج بڑا ہی عجیب و غریب واقع ہوا۔"

وہ کڑا ہی گوشت کا لقمه منہ میں رکھتے ہوئے تامل سے بولا تو زرینہ بھی مستفسرانہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگیں۔

کیوں ایسا کیا ہو گیا تھا۔۔۔؟"

بینیش نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"آج کسی نے کتوں سے بھری دین کا دروازہ کھول دیا۔ اس کے بعد پوچھیں نہیں آدھے شہر میں بھگدڑ مچ گئی۔ صورتحال اتنی خراب ہو گئی کہ ہمیں علاقہ سیل کر کے ان کتوں کو دوبارہ

پکڑنے کے لئے ایمر جنسی میں ڈاگز کیپرز کی پوری ٹیم کو بلوانا پڑا۔ وہ تو شکر ہے زیادہ جانی نقصان نہیں ہوا۔"

اس نے آنکھیں مچ کر چھر چھری لی۔۔۔ جانان کے چہرے پر ایک رنگ ابھرا تھا۔ جسے کسی نے نوٹس نہیں کیا۔

"آپ تو ایسے بول رہے ہیں۔ جیسے وہ کتنے نہیں دہشتگرد تھے۔"

اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

"بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے جان، کتنے ہی تو تھے۔ تم بھی رائی کا پہاڑ بنادیتے ہو ذول"

وہ ہنسی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کچھ پل دنوں کر دیکھتا گیا۔

"بلکہ پاگل کتنے تھے۔۔۔ آپ کو پتا ہے۔ کتنے لوگوں کو کاٹ کر زخمی کیا ہے۔ مجھے تو ڈر ہے کہیں اُن لوگوں کو ریبیز نہ ہو جائے۔"

اس کی بات سن کر جانان کے منہ میں موجود پانی سیدھا دماغ پر چڑھا۔

"کیا۔۔۔؟ پاگل کتنے۔۔۔؟"

وہ بمشکل سانس کھینچتی بولی اور اگلے ہی پل مجرمانہ نظروں سے بغل میں بیٹھیں زریمنہ کو دیکھا۔
جو پہلے ہی مايوس نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھیں۔

"کیا ہوا پھپھو کی جان آرام سے---"

زریمنہ نے اس کی پُشت سہلائی۔ ذوالکفل نے اس کے رد عمل پر ناسمحی سے جانان کو دیکھا۔
"اچھا۔۔۔ وہ کتنے پاگل تھے۔"

سب کی نظروں کو خود پر محسوس کر، اس نے سرسری سے لبھے میں کہا۔ جواباً ذوالکفل نے
اثبات میں سر ہلایا۔ سب ایک بار پھر کھانے کی جانب متوجہ ہوئے تو زریمنہ نے آہستگی سے
جان کے کان میں سرگوشی کی۔

"تمہاری خدمت خلق نے دیکھو کیا کر دیا۔۔۔ اس طرح سے نیکی کماتی رہی تو ایک دن پورے
شہر کا اللہ حافظ کر دو گی تم جان۔"

"پلیز امی فلحال چپ ہو جائیں ورنہ آپ کی نند کا بیٹا مجھے بھی اُن کتوں سمیت پاگل خانے چھوڑ
آئے گا۔"

اس نے جواباً کہا۔

"تمہارے لئے یہی بہتر انتخاب ہو گا۔"

وہ مزید برہم ہوئیں۔

"ویسے کتنے شرم کی بات ہے ذوالکفل خان جیسا قابل آفیسر شہر میں کتے پکڑتا پھر رہا تھا۔ کل تک تو یہ خبر اخبار کے فرنٹ پنج پر شائع ہو جائے گی۔"

بینش نے تھہہ لگایا تھا۔ ذوالکفل نے لٹکے ہوئے منہ کے ساتھ اپنی ماں کی جانب دیکھا۔۔۔۔۔
(مطلبی عورت)

"آپ کا تو موئے موئے ہو گیا ذوالکفل بھائی"

گرم روٹیوں کا ہٹ پاٹ ٹیبل پر رکھتی بیلانے بھی لقمہ دینا فرض سمجھا۔

"کتنی دفع کہا ہے کھانا بناتے وقت میمز مت دیکھا کرو، اچار گوشت میں کس قدر تیل ڈالا ہے۔"

ذوالکفل نے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے اُسے ڈالنا تو اس کی چمکدار بنتیسی کچھ اور نمایا ہوئی۔

"معزرت ذوالکفل بھائی مگر اچار گوشت میں نے نہیں بلکہ آپ کی اماں محترم نے بنایا ہے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

بینش نے دھوے دھار نظروں سے اُسے دیکھا۔

"نہیں میں اچار گوشت کی نہیں بلکہ کباب کی بات کر رہا تھا۔"

اس نے فوراً بات گھمائی۔

"جی وہ بھی میں نے ہی بنائے ہیں۔۔۔"

بیلا منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑی۔۔۔ ذوالکفل نے معزرت خواہ انداز میں کندھے ڈھالا دیئے۔ عورتوں کے درمیان منہ کھولنا اُسے ہمیشہ سے ہی بھاری پڑتا تھا۔

اس کی اُتری ہوئی شکل دیکھ کر جاناں نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے لب کاٹے تھے۔ ذوالکفل کا یہ رخ وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ ذوالکفل کی نظر بھی بے اختیار اس کی جانب اُٹھی۔ اس نے بھی پہلی بار اُسے مسکراتے دیکھا تھا۔ گلاب کا نٹوں والا تھا، مگر تھا تو گلاب ہی۔۔۔ اس نے دل ہی دل میں اُسے دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا اور اس کی نظر وہ سے پریشان ہو کر جاناں نے ایک بار پھر اپنا دھیان کھانے کی طرف مبذول کر لیا۔



جاری ہے۔۔۔

باقی آئندہ قسط میں



بِل صر اڑا ط

عنیزہ نراہد

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برائیں، ایک بد ترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انٹی لیتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھے جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ اور یہ کہ میں نشیں ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت پکھا دیں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

اکبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

اتو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'اپھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پر مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے والے دیا۔

[Click here](#)

لیسن ٹھن

اب دل اعتیاض

"بیہاں دستخط کرو غازہ !" کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس انجینی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بناؤالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بری طرح کا پنچے تھے۔ وہ تو اس انی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر اکڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنالیا کرتی تھی، کچھ دھنڈ لے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"میری رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ !" سیکر کا چند روز قبل کہا کیا جملہ کان کے پر ابھر اخفا۔ "جس کھاتا تھا نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سیکر ! اور یہ نیا دھوار شہر بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بناری ہوں۔" دل میں اس کے کہہ کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے لہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی بر باد کر کے تم بیہاں سکون سے سورہ ہو۔ شام سے میتو بھجے فون کر رہی ہے اور میں اس کافون نہیں اٹھا رہا جاتی ہو کیوں؟ کیوں کی میں اس سے بے دفائلی کرنے پر بے حد شرمند ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو جاہا ہے اور تم زبردستی ایک بڑا نسیل کی طرح میرے سر پر آگئی ہو۔" وہ بالوں میں با تھا جلا تاہو اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انتیلی رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی کا باپ نے احجاز دی تھی۔ وہ بترے اتے کر اس کے نزد یک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں لکھج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتباہی آہنگی سے کہا

"کیوں نکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفافی کی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہو تو قتب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں گلچ ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ میمن کے مجرم تم بوجو محض اپنے باب کی لاٹھ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ میںے پر بازو لپیٹے انتباہی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ لکھج بس جیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

تطمئن القلوب

"جانہ تو ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بخکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، جس سے (ال) طیم شروع ہوتا ہے، جس سے (ال) باری اورت سے تھنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔۔ بس میں ہے میرے نزدیک محبت! وہ بخطب کی انتہا پہ تھی۔" ایک وقت تھام میری تھنا تھے مگر اسٹاف ایک ہی تھنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔ ا" وہ رکی اور گہر انسانی لے کر بولی۔ "ایک بار بھائی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِ اللہی تو اتنا نہیں۔۔۔ اہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا مجھے کہ۔ وہ بہت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تھنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہوں گا۔ شوہر کی تھنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرا نی کو شوش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیرِ محض ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سگدھ ہو چکی تھی۔ دوسرا جانب زید کو چھکا گا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے بھکارا کیا ہد جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوكھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"میں، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھا دیا۔

"وہاں ہم نہیں ہے۔ تم ہر بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوكھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے بیک جواب بھیک لگا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ کسی۔ شرم سے تو سچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ تھگراہٹ میں گھل رہی تھی جتنی موم کی طرح۔

اچھا سنتے پر لقین ہیں تو تائیں نام؟" اس نے ذرتے ذرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئکس۔" وہ دم بخود گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ وہ اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ جیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

Click here

safareadab.com

وارث

فاتحہ ملک

انوشہ آرزو

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو پہنچائی؟"

رقیہ الجہی گئی۔ میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے پنڈگی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب ساسوال ہے۔۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔۔۔ میں ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجہاں اونچا۔ رقیہ میں صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کوپا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔ اس کے باقی الفاظ اندر کہیں دب کر رہے گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اوپنی آذاز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپٹھپڑا دیا۔۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہامہ وارث پا گیا۔۔۔

☆☆☆

"اب مر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتچالا کہ رقیہ آجھی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پہنچا اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پکلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چکڑا تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لیجنے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریف جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہے بننڈ۔۔۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا۔ "کیا؟؟ کیا کہا ہے تھا نے۔۔۔ کون ہے یہ؟؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

نالہ فصلہ گھر کی دیکھ جھلک

میں نہیں چاہتا تھا یہ سب ہو آپ کے ساتھ جو ہوا اس کا
زمیدار میں نہیں ہوں لیکن میرا بھائی ہے میں نہیں جانتا کے
آپ کے ساتھ کیا ہوا میں بس یہ جانتا ہوں جو ہوا براہو آپ
مجھے بتائے آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں میں۔؟

بات ختم کر کے شاہ میں نے آنکھیں جھکا دی تاکہ وہ انگفرٹ
نہ ہو۔

حبیبہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

اپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں۔؟؟؟۔

آپ کے آغاو ہونے کی بی بی۔

BEING THE STRING

حبیبہ کامنہ کھل گیا۔

آپ آپ کیسے جانتے ہیں۔؟

بتایا تو ہے آپ کو کے میں معزرت خواہ ہوں کیوں کے یہ
سب میرے بھائی کی وجہ سے ہوا ہے لیکن آپ کو کسی نقصان
تو نہیں ہوا خیر۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

www.safareadab.com

فصلہ گھر

بالاخان

انظریں نیچے ہی تھی۔

اور بی بی اگر میں آپ کو کہوں کے میں کچھ ایسا کروں کے
آپ کی مدد ہو جائے تو آپ مان لے گی۔؟

آپ کی رہے ہیں مجھے کوئی نقصان نہیں ہوا۔؟

میں آپکی کیوں مانو گی۔؟ اور آپ میری مدد کیوں کر رہے ہیں

۔۔۔

حیبیہ کی آنکھوں ڈبڈبائی۔

وہ جیسے سکتا گی تھی۔

مجھ پر آپکا قرض ہے وہی چکانا چاہتا ہوں۔

کیسا قرض۔؟؟

مجھے نہیں میرے دل کو نقصان ہوا ہے میرے اپنے ہی مجھ پر
یقین نہیں کرتے مجھ سے تنگ آچکے ہیں شاید میری شادی
کروانا چاہتے ہیں کسی بھی ایرے غیرے سے آپ میری کیا
ہی مدد کریں گے آپ تواب شاید خود مدد چاہتے ہیں۔

وہ بولتی جا رہی تھی اور وہ سنتا جا رہا تھا

آپکی بدنامی میری وجہ سے ہوئی ہے تو اسکا ازالہ بھی میں ہی
کروں گانا۔

اسے لگا وہ شاید واقعی مدد چاہتا ہے اب دل کے ڈاکٹر کی۔

ہاں وہ لڑکی اسے مسروکرنے کے لئے کافی تھی۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں
کلک کریں۔

دیکھیں بی بی میں آپ کو سمجھ سکتا ہوں۔

safareadab.com

آپ مجھے نہیں سمجھ سکتے پلیز۔ آنکھوں میں بھرے آنسو

آپ گالوں پر لڑھک رہے تھے۔

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کا پی کو ہر
غلطی سے ماوراء بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی
بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا
جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ
حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی
ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل
استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر
ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب